85

المرشد

جلد ۶ || رجب المرجب ۱۴۰۵ھ مطابق اپریل ۱۹۸۵ء || شمارہ ۷

دینی ، اصلاحی۔ تصوّف اور علمِ سلوک کا واحد مجلّہ

ماہنامہ المرشد

چکوال جہلم (پاکستان)

بیاد
حضرت العلّام
مولانا
اللہ یار خان صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست
حضرت
مولانا
محمد اکرم صاحب
مدظلہ العالی

مدیر مسئول

پروفیسر حافظ عبد الرّزاق ایم، اے (عربی اسلامیات)

مدیران اعزازی

مولانا اللہ بخش زاہد ایم، اے (معاشیات) اور
ابوطلحہ

بدلِ اشتراک

چندہ سالانہ /۴۵ ● ششماہی ۲۵ روپے بیرون ممالک سے
بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ چندہ مشرقِ وسطیٰ ۱۲۰ روپے یورپ ۱۴۰ روپے
لیبیا /۱۵۰ روپے امریکہ ۱۶۰ روپے
فی پرچہ /۴ روپے

رابطہ کے لئے
دار العرفان منارہ جہلم

سول ایجنٹ: مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور

حافظ عبد الرزاق پبلشر نے منہاج الدین پرنٹرز اصلاحی شرکت پرنٹنگ پریس نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المرشد الحسنات منزل چکوال جہلم سے شائع کیا

اس شمارہ میں

- اداریہ ———— مدیر
- اسرار التنزیل ———— مولانا محمد اکرم مدظلہٗ
- چراغ مصطفوی ———— پروفیسر عبدالرزاق ایم اے
- سفرِ حجازِ مقدس ———— لیفٹیننٹ کرنل محبوب خان ریٹائرڈ
- معراج النبیؐ ———— ام عمارہ - ایم اے
- یادِ شیخ ———— صوفی محمد اسلم
- درد اور دوا ———— منیر احمد خان گوجرہ
- اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامو ———— ایم ایس، ایم اے
- وفیات ———— ادارہ

شمارہ ۷	ماہنامہ المرشد چکوال رجب المرجب ۱۴۰۵ھ	جلد ۶

اداریہ

برگِ مضمحل

اِک برگِ مضمحل نے یہ اِسپیچ میں کہا
موسم کی کچھ خبر بھی ہے اے ڈالیو! تمہیں
اچھا جوابِ خشک یہ اک شاخ نے دیا
موسم سے با خبر ہوں تو کیا جڑ کو چھوڑ دیں؟

—— اکبر الہ آبادی

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی . . .

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ ط (سباء آیت ۴۶-۴۷)

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ۔ خداوندکریم نے حقانیتِ دین اسلام پر ایک بڑی انوکھی بڑی نرالی اور عقلی دلیل ارشاد فرمائی ہے۔ دلائل ہمیشہ دو طرح سے ہوتے ہیں نقل یا عقل وہ دلائل جو کسی کتاب سے کسی تحریر سے نقل سے ثابت کئے جائیں یا وہ بات جو ایک صحت مند ذہن کو ایک صحیح الفطرت شخص کو ایک عقل مند کو قائل کر سکے عقلِ انسانی اُس پہ اعتماد کر سکے یہاں رب کریم نے ایک دلیل ارشاد فرمائی ہے فرمایا قل انما اعظکم بواحدۃ میرے حبیب ان سے کہہ دو میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی۔ کہ خدا کے لئے کسی طرف داری میں نہیں کسی گروہ بندی میں نہیں کسی قبائلی عصبیت سے متاثر ہو کر نہیں کسی خاندانی جھگڑے کو درمیان میں لا کر نہیں بلکہ خالصتاً للہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اکیلے یا مل کر ایک ایک آدمی کھڑے ہو کر تنہائی میں بالکل خالص اللہ کے لئے خالی الذہن ہو کر دوستی اور دشمنی سے بالاتر ہو کر سوچو اور یا پھر دو چار جمع ہو کر مل کر ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا غور کرو تفکر کرو سوچو ما بصاحبکم من جنۃ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان کیسا ہے۔ کیا یہ معاذ اللہ مجنون ہے یا اسے جنون نے پکڑ لیا ہے۔ یہ کیسی باتیں کرتا ہے عجیب دعوت دی ہے ربِ کریم نے

کہ دنیا جہان کے معترضین کو مخالفین کو معجزات سے ہٹا کر اپنے ارشادات سے ایک طرف لے جا کر ایک سادہ سی بات ارشاد فرماتا ہے بھلا یہ تو سوچو تمہیں یہ بات بتانے والا شخص ہے کون - ایک ایسا شخص جو دنیا میں یتیم پیدا ہوا - بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے اقتدار یا وقار چھن جاتا ہے - اُسے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے وہ ہاتھ پاؤں مارا کرتے ہیں - بزورِ شمشیر نہ سہی تو کوئی مذہب کی آڑ لے کر کوئی اور اس طرح کا بہانہ وضع کر لیا لیکن ایک ایسا شخص جو دُنیا میں پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو چکا تھا - ایک ایسا شخص جس کا بچپن جنگلوں، صحراؤں میں بنو سعد کی بکریوں کے ساتھ گزرا - ایک ایسا شخص جس کا کوئی سگا بھائی نہیں ہے - ایک ایسا انسان جس کا کوئی سگا بیٹا نہیں ہے - جسے کسی ریاست کا کسی دولت کا کسی حکومت کا طمع نہیں ہے -

ایک ایسا شخص جو کسی مکتب کا دروازہ نہیں دیکھتا کسی مدرسے کے اندر داخل نہیں ہوتا کسی پڑھانے والے سے ملاقات نہیں کرتا - ایک ایسا انسان جو کسی شعر و ادب کی محفل میں جا کر شعر کہنا تو درکنار شعر سُننا گوارا نہیں کرتا ساری زندگی - ایک ایسا انسان جو نصف صدی یعنی چالیس برس زندگی بسر کر دیتا ہے اور چالیس برسوں میں بچپن سے لے کر چالیس برس بیتنے تک اُس کی ایک بات کبھی جھوٹی ثابت نہیں ہوتی - ایک ایسا شخص جسے نہ کسی فلسفے سے لگاؤ ہے نہ کسی کیمیاگری کو جانتا ہے نہ کسی کی دشمنی میں ہے نہ کسی کی سیاست میں ہے نہ کسی کی پارٹی بازی میں ہے سب سے کسی طرح کی کسی اُلجھن میں کوئی دخل نہیں - کسی سے سُنتا نہیں کسی سے سیکھتا نہیں اور کسی کو کچھ کہتا نہیں - اور اس حال میں چالیس برس بیت جاتے ہیں - اور جب کہنے پہ آتا ہے اور جب لب کشائی فرماتا ہے تو جب بولنا شروع کرتا ہے تو دُنیا کا کوئی ایسا موضوع نہیں جس پہ وہ نہیں بولتا - تاریخ عالم کو بیان کرتا ہے تو صدیوں گزری ہوئی باتیں بیان کرتا چلا جاتا ہے اور یوں بیان کرتا ہے جیسے بعینہٖ دیکھ کر بتا رہا ہے - سنتا کسی سے نہیں، اخلاقیات کو بیان کرنے پہ آتا ہے تو اخلاقیات کا وہ معیار بیان کر دیتا ہے جو اُس کے بعد کوئی شخص ایک رائی برابر اضافہ نہیں کر سکتا - سیاسیات پر آتا ہے لب کشائی فرماتا ہے تو اس طرح کے قوانین و اصول وضع کر دیتا ہے آج تک اُس پہ کوئی سیاست دان اضافہ نہیں کر سکا - فنون ہائے حکمرانی

ارشاد فرماتا ہے اصول ہائے حکمرانی بیان فرماتا ہے تو اعلیٰ درجہ کے اور تمدن اور تہذیب پہ گہر افشانی فرماتا ہے تو ادنیٰ سے ادنیٰ تعلق سے لے کر عظیم سے عظیم تعلق انسانی جو ہے اُس کا اصول ارشاد فرما دیتا ہے حتیٰ کہ زبان کھولتا ہے تو بات اللہ کی۔ بندوں کے سامنے دُھرا دیتا ہے۔

خداوند عالم نے بڑے فخر کے ساتھ دلیلِ نبوت کے طور پر اپنے نبی کے وجود کو پیش کر دیا ہے یعنی معجزات بجائے خود کلام الٰہی اپنی جگہ۔ اللہ کا قرآن اپنی جگہ اللہ کی شہادت اپنی جگہ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ پہ موجود ہیں۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا موجود ہے کہ خدا کہتا ہے میں خود اس کی نبوت کا گواہ کافی ہوں۔ اللہ کی کتاب حضور کے معجزات گواہ کافی ہیں ان سب سے علیحدہ کر کے یار قرآن کا انداز دیکھا جائے بالکل ایک انوکھے انداز میں فرماتا ہے قل۔ میرے حبیب ان سے کہہ دے انما اعظکم بواحدۃ میری ایک بات سُن لو میں تمہیں ایک بات کہتا ہوں ایک نصیحت کرتا ہوں وہ یہ ان تقوموا للہ مثنیٰ و فرادا کہہ دو! دو یا اکیلے اللہ کے لئے اکیلے تنہائی میں کھڑے ہو جاؤ تمام تر عصبیتوں سے بالاتر ہو دوستی دشمنی سے بالاتر ہو کر تنہائی میں اکیلے یا دو دو کھڑے ہو جاؤ ثم تتفکروا پھر سوچو یہ شخص کون ہے اپنے ذہن میں یہ خیال لاؤ کہ یہ شخص ہے کون اس کی پیدائش کو دیکھو اس کے بچپن کو دیکھو اس کے لڑکپن کو دیکھو اس کی جوانی کو دیکھو اور پھر یہ انصاف سے کہو کہ کیا ایسا شخص جھوٹ بول سکتا ہے کیا اس پائے کا شخص جو جس موضوع پہ بات کرتا ہے حرف آخر ہوتی ہے یعنی جن موضوعات کو تم جانتے ہو فنون حرب کو تم جانتے ہو سیاست کو تم جانتے ہو تعلیم و تعلم کو تم سب لوگ جانتے ہو۔ معاملات کو تم سب لوگ جانتے ہو کاروبار تجارت کو تم سب جانتے ہو تعلقات کو سب جانتے ہو تو ان تمام موضوعات پر جب یہ شخص بولتا ہے تو کیا اس سے بہتر قانون کوئی آج تک پیش کر سکا۔ اگر ان سب معاملات پہ اس کی رائے صائب ہے۔ تو پھر آخرت پہ جب یہ بات کرتا ہے تو پھر یقین کیوں نہیں کرتے وجہ کیا ہے کوئی دلیل کسی کے پاس۔ اور یہ بڑی انوکھی بات بیان فرمائی۔

آپ نے تجربہ کیا ہوگا۔ بعض لوگ دکاندار سے چیزیں مفت اُٹھا لیتے ہیں اور دکاندار کچھ نہیں کہتا۔ کبھی گزرتے ہوئے دو چار روپے کی

چیز اُٹھا لیتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ
وہ بیٹھا تو اُسے بیچ کر کمانے کے لئے ہے
تو وہ خوش کیوں ہے وہ اس لئے خوش
ہوتا ہے کہ جس شخص نے دو روپے کی چیز
اُٹھائی ہے وہ اس کا ایسا گاہک ہوتا ہے
جو غالباً مہینے میں اُس سے دو ہزار کما لیتا ہے
ورنہ ہر کسی کو تو نہیں اُٹھانے دیتا۔ یعنی اس
کی نگاہ اُن دو روپوں پہ نہیں ہوتی اُس کی
نگاہ اُن دو ہزار پہ ہوتی ہے جو ہر مہینے اس
سے اُسے حاصل ہوتے ہیں۔

جس کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو پہچانا۔ اور یہ مشورہ جو رب العالمین
نے انی اعظکم میں تمہیں دیتا ہوں یہ مشورہ
جو رب العالمین نے ارشاد فرمایا جس نے
تنہائی میں ہو کر سوچا اندازہ کیا پھر
اُسے اگر ساری کائنات بھی لٹانی پڑی
تو اُس نے لٹا دی لیکن حضور کا دامن نہیں
چھوڑا۔ اس لئے نہیں کہ اُس شخص کو اپنا گھر
یا جان پیاری نہ تھی اس لئے کہ اُسے جو
منافع نظر آ رہا تھا وہ اس جان سے بھی اور
مال سے بھی قیمتی تھا۔

ہم مستقل قریب میں خان پور میں تھے وہاں
مولانا نذیر احمد صاحب تقریر فرما رہے تھے

تو انہوں نے صحابہ کی حضور سے محبت کی مثال
پیش کی یعنی جس نے یہ تفکر کیا اور جس نے
حضور کو پہچان لیا بھلا اُس کا تعلق کیسا رہا
حضور سے انہوں نے ایک مثال پیش کی۔ دنیا
میں بڑے محبوب بھی گزرے ہیں اور بڑے عاشق
بھی۔ محبت کرنے والے بھی بہت گزرے ہیں
اور ایسے بھی جن سے محبت کی گئی ہے۔ لیکن محبت
کرنے کا جو معیار صحابہ کا تھا۔ دنیا کا کوئی عاشق
اُسے چیلنج نہ کر سکا کہ محبت کئے جانے کی جو
معراج محمد رسول اللہ کو حاصل ہوئی وہ کسی محبوب
کو کائنات میں نصیب نہیں ہوئی۔

شہداء کی بات چلی تو انہوں نے سب سے
پہلی مسلمان شہید جس نے اسلام میں شہادت
کا دروازہ کھولا اور سب سے پہلا خون جو اللہ کی راہ
میں زمین پہ گرا۔ اُس کا تذکرہ چھیڑا وہ ایک
ضعیف عورت تھی۔ حضرت سمیہؓ رضی اللہ عنہا
حضرت سمیہؓ اُن کا خاوند حضرت یاسرؓ
یہ دونوں میاں بیوی غلام تھے۔ ابو جہل کے
پاس اور بکتے بکاتے مکے میں پہنچے دو
جوان بیٹیاں تھیں ان کا ایک جوان بیٹا
تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مشہور
صحابی ہیں۔ عمارؓ بن یاسرؓ۔
ابو جہل جب دشمنی میں شدت اختیار

کرنے لگا تو کسی نے کہہ دیا کہ تو شہر کو سنگیوں پہ اُٹھائے ہوئے ہے اور گھر میں جو تیرے خادم ہیں وہ محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے میرے صحن میں جھاڑو دینے والے میرے جوتوں کو صاف کرنے والے اور میرے زر خرید غلام یہ جرأت کر سکتے ہیں مخاطب کرنے والے اور میرے زرخرید غلام یہ جرأت کر سکتے ہیں مخاطب نے کہا یہ تو ہو چکا ذرہ گھر کی خبر لے اُس نے جب پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں جس نے تجھے کہا ہے اُس نے سچ کہا ہے تو نے اگر خریدا ہے تو یہ جسم خریدا ہے اس سے تو خدمت لے سکتا ہے لیکن ضمیر یا ایمان یا دل تیرا نہیں ہے نہ تیری ملکیت ہے نہ یہ بکتے ہیں۔ یہ ہم نے وہاں بیچ دیا۔ تو اُس نے نہایت بے رحمی سے بڑی سفاکی سے اُنہیں مارا گھسیٹا اور گلی پہ لے گیا۔ بوڑھا آدمی تھا بوڑھیا عورت تھی۔ بچیاں بچے تھے نوکر ملازم جو آیا سب کو سارا دن پیٹتے رہے، روایات میں ملتا ہے انہوں نے مغرب کے بعد اُن کو گھسیٹ کر گھر میں پھینک دیا جس کمرے میں وہ رہتے تھے نصیب بھر میں کسی کے اندر طاقت نہیں تھی

کہ اُن پانچ افراد میں سے کوئی اُٹھ کر کسی کے منہ سے پانی کا پیالہ لگا دے اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ کمزور ترین انسان ہوں، غلام ہوں، نوکر ہوں خادم ہوں بوڑھے ہوں ضعیف ہوں اور کسی ایک بات پہ اتنا تشدّد برداشت کرتے چلے جائیں دوسرا سارا دن بھی اُن کا ایسا ہی گزرا تیسرا بھی۔ جب تیسرے دن وہ نڈھال ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتفاقاً اُس گلی سے آنکلے آپ گزر رہے تھے۔ تو کسی نے اشارہ کر کے کہا کہ یہ یاسرؓ کا کنبہ آپ کے لئے پیٹا جا رہا ہے یہ عجیب لوگ تھے کم از کم اتنا تو کہہ سکتے تھے کہ یا رسول اللہ دعا کریں ہم رہا ہو جائیں یا ان کافروں کے لئے بددعا ہی کہہ دیں۔ اتنا تو کہہ سکتے تھے لیکن اُنہیں اس سے بھی غرض نہیں ہے وہ صرف جمال نبوی کو دیکھے جا رہے تھے۔

بخاری شریف میں موجود ہے کہ حضورؐ نے خود دیکھ کر فرمایا تھا اصبروا یا آل یاسر اے آلِ یاسر برداشت کرو۔ یعنی آپ اندازہ کریں اس تشدد کا اُس ظلم کا اس جور کا جو ان سے ہو رہا ہے اور پھر مزید ارشاد یہ ہوتا ہے اصبروا یا آلِ یاسر اے آلِ یاسر

صبر کرو۔ لیکن اس کے ساتھ ایک جگہ حضورؐ نے فرمایا ان موعدکم الجنۃ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مجھ پر ایمان لانے کی میرے ساتھ جڑنے کی میرے ساتھ تعلق قائم کرنے کا انعام جس کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے وہ جنت ہے اور حضورؐ اپنے اس اقرار کو دُہرا رہے ہیں یہ برداشت کرو یہ معمولی بات ہے جسم کٹ جائے جان چلی جائے گی تو یہ بڑی بات نہیں ہے اسے جانا ہے ایک دن۔ لیکن جو میرے نام پہ جائے گی اس کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے جنت کا تمہارا وعدہ تو جنت کا ہے۔ کیسے عجیب لوگ تھے وہ۔

لوگ محبت کرتے ہیں اپنے عارضی وقار کو حاصل کرنے کے لئے لوگ کسی کے اقتدار سے محبت کرتے ہیں تو کسی کی دولت سے، لوگ کسی کے حُسن سے محبت کرتے ہیں اور کسی کی جوانی سے لوگوں کو ذات سے محبت نہیں ہوتی صفات سے ہوتی ہے یہ ایسے عجیب لوگ ہیں انہیں ذات پیامبر محبوب ہے۔ کہ نقصان ہو رہا ہے۔ آپ آج کے مسلمان کی محبت کو دیکھ لیں یہ اہل اللہ کے پاس جاتے ہیں مزاروں پر جاتے ہیں پیروں کے پاس جاتے ہیں کہتے ہیں مجھے بڑی عقیدت ہے بڑی محبت ہے لیکن در پردہ اہل اللہ سے محبت نہیں ہوتی۔ انہیں اپنی اغراض سے محبت ہوتی ہے۔ ان کے دل میں اپنے دنیاوی مقاصد ہوتے ہیں کہ میں فلاں جگہ جاؤں گا تو میری فلاں بات سنور جائے گی۔ اور اگر یہ بات نکال دو کہ فلاں بزرگ کے پاس جاؤ گے تو تمہیں پریشانی اُٹھانی پڑے گی۔ تو پھر بزرگ جانے اُس کا کام یہ حضرات کبھی نہ جائیں گے۔ ان کی محبت اپنے طمع کی محبت ہے اہل اللہ کی نہیں، بہت کم لوگ ہیں۔ جنہیں صرف اللہ کے لئے محبت ہو۔ مشکل آئے آرام آئے تکلیف ہو یا راحت ہو اُنہیں اللہ کے لئے محبت ہے ایسے لوگ محدود اور چند ہیں اور یہ جو آپ کو کثرت سے پھیلے نظر آتے ہیں۔ سب غرض کے بندے ہیں۔ سب کو اپنی اغراض سے محبت ہے لیکن جنہوں نے حضور کو پہچانا اُن کی محبت کا معیار بہت اونچا ہے۔ یار حد نہیں ہے کہ حضور سامنے ہوں تو وہ صرف جمال پہ راضی ہو جائیں اتنا کبھی نہیں کہتے کہ ان سے ہمیں چھڑا لو یا ان کے لئے بد دعا ہی کر دو۔ صرف اس بات

پہ راضی ہیں کہ چلو کوئی بات نہیں کہ حضور کی زیارت اور حضورؐ کا دیدار تو ہو گیا حتیٰ کہ اس بات پہ وہ اور بھڑکا۔ ابوجہل نے دو اونٹ منگوائے اس ساٹھ ستر سالہ بوڑھی عورت کو کھڑا کر کے دونوں پاؤں دو ٹخنوں کے ساتھ دور سے باندھ کر اونٹوں کے ساتھ باندھ دیئے ایک کا منہ اس طرف کر دیا ایک کا منہ اس طرف کر دیا تو کہنے لگا اب کہہ دے مجھے محمدؐ کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو انہوں نے کہا یہی تو ایک رشتہ ہے جس کے لئے یہ ساری مصیبت سہہ رہی ہوں اس نے کہا سمیہؓ جب اونٹ چل پڑیں گے تو وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کہہ دے اب فرمایا میں نے کہہ دیا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اور وہ پہلی مظلوم شہید تھی کہ جوش غضب میں ابوجہل نے زیر ناف نیزہ مارا اور اونٹوں کو ہنکا دیا۔ بوڑھا خاوند جوان بیٹا جوان بچیاں دیکھ رہی ہیں دو ٹکڑوں میں جسم لڑھکتا چلا گیا لیکن خالی حلق کے اوپر کی زبان سے یہ نہ کہہ سکی کہ مجھے حضورؐ سے محبت نہیں ہے۔

یہ کون لوگ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا نہ یہاں تو پھر جنت کا وعدہ موجود ہے نا ان کا مطالبہ جنت کا بھی نہیں تھا یہ تو محض انعام کے طور پہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ورنہ مدینہ منورہ میں حضورؐ بیٹھے تھے ایک صحابی ساتھ بیٹھا تھا جسے دو وقت کا کھانا بھی بمشکل میسر آتا تھا۔ ایک وقت اگر ملتا تو دوسرے وقت نہیں ملتا تھا تو آپ نے جنت کی تعریف فرمائی تو عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ہمیں جنت نہیں چاہیئے۔ آپ بڑے حیران ہوئے کہ یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ جنت تو اللہ کی رضا کا مظہر ہے سند ہے اس کی رضا کی اور اس کی طلب کا حکم دیا ہے رب کریم نے تو کیسے کہتا ہے مجھے جنت نہیں چاہیئے۔ تو آب دیدہ ہو گیا۔

عجیب لوگ تھے۔ کہنے لگا یا رسول اللہ ان کچے گھروں میں ہم رہتے ہیں بھوکے سوتے ہیں ہمارے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں جب جی چاہتا ہے مسجد نبوی میں آتے ہیں اور جمال نبوی سے سیراب ہو جاتے ہیں تو جنت میں جب ہم جائیں گے تو آپ کے منازل تو بہت اعلیٰ ہوں گے ہم کہیں عام درجہ میں ہوں گے تو جب آپ کے ساتھ

بیٹھنا نصیب نہیں پھر جنت کا کیا فائدہ جنت کو ہم کیا کریں گے۔ ہمارے لئے تو آپ کی مجالس ہی جنت ہے۔ آپ کی زیارت ہی جنت ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔

اس کا جواب ربِ کریم نے دیا تھا عجیب لوگ تھے، بات کرتے تھے تو اللہ کریم ان سے ہم کلام ہوا کرتے تھے، خدا نے بذریعہ وحی جواب دیا کہ جیسے حضور سے تعلق ہوگا آج میں آپ کی زیارت سے وہاں کبھی نہ روکوں گا جیسے آج مسجد نبوی میں چلے آتے ہو۔ وہاں جنت بھی تمہیں بارگاہِ نبوی میں جانے سے کوئی نہ روکے گا۔ میری جنت سے مت روٹھو۔ یعنی یہ کیسے لوگ ہیں کہ جنہیں جنت کے لئے ربِ کریم آمادہ کر رہا ہے منا رہا ہے۔ کہ اس بات پہ خفا ہو کے جنت سے بیزار مت ہو جاؤ وہاں تمہیں کوئی نہیں روکے گا۔ حضور کے قرب سے حضور کے وصال سے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ عورت تھیں اور قبل اسلام کے شعراء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ شعر کہتی تھیں اور بہت پائے کے شعر اُس زمانے کے لوگ بھی اُنہیں مانتے تھے اور آج تک کے ادب میں بھی اُن کے نام کا سکہ چلتا ہے۔ اُن کا ایک بھائی تھا اس کا نام صخر تھا وہ فوت ہو گئے جوانی میں اُس کا انہوں نے ایک مرثیہ کہا تھا۔ جس کا ایک شعر یہ ہے۔

ویذکرنی طلوع الشمس صخرا
واذکرہ لکل غروب الشمس

فرماتی ہیں سورج طلوع ہوتا ہے لوگ اپنے اپنے کاروبار میں نیند سے بیدار ہوتے ہیں اپنے اپنے کام کاج پہ چلے جاتے ہیں۔ کوئی دوست و احباب کے پاس جاتا ہے کوئی مزدوری پہ جاتا ہے کوئی سفر کو نکلتا ہے لیکن میرے لئے ہر طلوع ہونے والا سورج صخر کی یاد میں ہی لے کر آتا ہے واذکرہ لکل غروب الشمس سورج ڈوب جاتا ہے اور میں صخر کی یاد ہی میں بیٹھی ہوتی ہوں۔ بڑا معروف شعر ہے اس کے مرثیہ کا۔ یہ بات تو جوانی کی تھی اور ایک بھائی کے لئے۔ جب انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا آپ کے قریب ہوئیں مقام صحابیت نصیب ہوا۔ تو ایسا عجیب مزاج بدلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غالباً قادسیہ کی جنگ میں اپنے بیٹوں کے ہمراہ گئیں بوڑھی ہو چکی تھیں ضعیفہ تھیں بال سفید تھے۔ بینائی کمزور پڑ چکی تھی

کمر دوہری ہو چکی تھی۔ شعر کہنا مدت ہوئی ترک ہو چکا تھا۔ چار لڑکے تھے آپ کے چاروں بچوں کو ساتھ لے کر میدانِ جہاد میں خود گئیں بڑا گھمسان کا معرکہ ہوا تھا۔ قادسیہ میں آپ کے چاروں لڑکے شہید ہو گئے ایک طرف مزاج ایسا ہے کہ ایک بھائی کے لئے دنیا چھوڑ دی ہے۔ روتے روتے اور جب بڑھاپا بھی ہو اور کل کائنات چار لڑکے ہوں جوان، اور چاروں کی اطلاع جب اس ضعیفہ کو خیمے میں ملی تو عجیب بات کہی اُس نے کہنے لگی الحمدللہ کہ خدا نے مجھے بھی اُن ماؤں میں کھڑا کر دیا جن کے بیٹے حضورؐ پہ نچھاور ہو گئے یعنی آپ سوچ کر دیکھیں۔ کہاں سے اُٹھایا حضورؐ نے اور کہاں پہنچا دیا۔ کتنا تعلق ہے مضبوط حضورؐ کے ساتھ فرماتی ہیں الحمدللہ اب میں سکون سے مر سکوں گی۔ اللہ کا شکر ہے مجھے اُن ماؤں کی صف میں جگہ مل گئی جن کے بیٹے حضور پہ نچھاور ہو گئے۔ کوئی مرثیہ نہیں کہا۔ نہ کوئی آہ بھری یہ اس لئے کہ انہوں نے حضور کو پہچان لیا تھا اور اگر چاروں بیٹے بھی گئے تو بالکل اس سبزی فروش کی طرح جس کے چھابڑے سے آپ ایک مولی اٹھالیں تو وہ ناراض نہیں ہوتا اس لئے کہ اُسے اُمید ہے کہ وہ آپ سے کئی سو روپے کما لے گا۔ چاروں بیٹے دے کر اس سودے پہ خوش ہے کہ گیا کم ہے ملے گا زیادہ اس لئے کہ انہوں نے حضورؐ کو پہچان لیا تھا۔

طائف میں جب حضورؐ تشریف لے گئے میں اُن صحابیہ عورتوں کی بات کر رہا ہوں جنہیں بہت کمزور سمجھا جاتا ہے جن میں غریب بھی تھیں کمزور دل بھی تھیں۔

صحابہ مردوں کا مقام بہت بلند ہے اور پھر صحابہ کے امام اور پیشوا ابوبکر صدیقؓ کی بات نرالی ہے آج کا زمانہ تو ایسا گیا گزرا ہے حد ہے حیرت ہے کہ آج لوگ کہتے ہیں ابوبکرؓ کو کہ وہ مسلمان بھی تھا یا نہیں۔ عجیب بات ہے یہ اُن سے بہت نیچے کے لوگوں کی باتیں ہیں اُن کا معیار تو اس سے بہت کڑا ہے بہت اونچا ہے بہت بلند ہے۔

طائف میں جب آپ تشریف لے گئے طائف والوں نے آپ پر پتھر پھینکے ایذا دی، تکلیف پہنچائی اللہ کریم نے جب حکم دیا کہ میرے فرشتے کو حکم دے اے میرے نبی کہ اس زمین کو اُلٹ دے اس پر پتھروں کی بارش کر دے، انہیں تباہ کر دے تو آپ نے جو جملہ ارشاد فرمایا وہ اس آیت کی تائید کرتا ہے فرمایا۔

اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون

او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ میری قوم کو معاف کر دے انہیں تباہ نہ کر انہیں

ہدایت دیدے، یہ مجھے اس لئے ایذا پہنچا رہے ہیں کہ یہ مجھے پہچانتے نہیں۔ یہ تیرے محمد رسول اللہ کو نہیں مار رہے یہ محمد بن عبداللہ کو مار رہے ہیں۔ انہوں نے پہچانا ہی نہیں ہے یہ ایک بھائی سے لڑ رہے ہیں یہ اپنے ایک رشتہ دار کو مار رہے ہیں۔ یہ محمد رسول اللہ یہ میری اس حیثیت کو میرے اس شان کو میرے اس مقام کو پہچان ہی نہیں سکے۔

اور یہی دعوت یہاں خدا کا قرآن دیتا ہے کہتا ہے کہ میری ایک بات سنو۔ خدا کہے اور بندے سے کہے کتنی عجیب بات ہے حکم نہیں دے رہا فرماتا ہے انما اعظکم بواحدۃ میری ایک بات تو مانو۔ یا اللہ کیا۔ ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ بالکل اللہ کے لئے خدا واسطے دوستی دشمنی سے خالی الذھن ہو کر علیحدہ کھڑے ہو کر سوچو ثم تتفکروا پھر سوچو، یہ محمد رسول اللہ ہے کون؟ یہ کیسا انسان ہے۔ اس کی اخلاقیات کیسی ہیں اس کی تعلیمات کیسی ہیں اس کے حالات کیسے ہیں جب تم سوچو گے تو تم جان جاؤ گے۔

ان ھو الا نذیر لکم ۔ ۔ ۔ عذاب شدید

اس سے بڑھ کر دنیا میں تمہارا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔ کہ یہ تمہیں مستقبل میں آنے والے طوفانوں کی خبر دے رہا ہے۔ یہ تمہارا ایسا خیر خواہ ہے کہ مستقبل میں جو خطرے تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں یہ ان سے تمہیں خبردار کر رہا ہے اور ان سے بچنے کی تاکید کر رہا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوتا ہے میرے نبی ان سے کہہ دے لوگو! اگر میں نے تم سے کوئی چیز مانگی ہے تو اپنی اٹھا لو۔

قل ما سألتکم من اجر فھو لکم

اگر اس ساری محنت کا صلہ میں نے تم سے مانگا ہے جو مجھے دیا ہے اپنا لے جاؤ۔ کتنا عجیب انسان ہے کہ دنیا میں لوگ دیتے کم ہیں لیتے زیادہ ہیں۔ والدین اولاد کے بڑے خیر خواہ ہوتے ہیں لیکن اگر بیٹا کمائی نہ کرے تو انہیں بھی پسند نہیں آتا۔ بھائیوں کو بھائی بڑے محبوب ہوتے ہیں لیکن اگر پیسے نہ دیں تو دوستی نہیں نبھتی، ساری دنیا کے تعلقات دیکھو غریب امیر کے پاس جاتا ہے کہ شاید مجھے کچھ دے گا۔ امیر کی نگاہ غریب پہ ہوتی ہے کہ یہ میرا کام کر دے گا۔ ساری دنیا کے تعلقات میں لینے کا لالچ ہر طرف ہے دنیا کا اکیلا رسول ہے جو کہتا ہے کہ میں کسی سے کچھ نہیں لیتا مجھ سے لے جاؤ اور اگر کسی سے میں نے کچھ مانگا تو اپنا اٹھا لو۔

قل ما سألتکم من اجر

لے جاؤ اپنا مجھے مت کوئی چیز دو

ان اجری الا علی اللہ فرماتا ہے میرا اجر اللہ پہ ہے

لوگو تمہیں میں خدا کا دروازہ دکھاتا ہوں اور خود میں تمہارا محتاج بن بیٹھوں ایسی بات نہیں ہے جس کا دروازہ تجھے دکھاتا ہوں میرے لئے بھی اُسی کا دروازہ ہے وھو اعلیٰ کل شئی شہید اور ہیں: ہر بات کو ہر چیز کو ہر قول اور ہر فعل کو خود دیکھ رہا ہے۔

اللہ ایسا ہے کہ ہر چیز اُسی کے سامنے حاضر ہے ہمہ وقت ہر قول و فعل کو ہر شے کو ہر حرکت کو وہ دیکھ رہا ہے۔

یہ سارا کمال معرفت رسول کا ہے جس کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا پھر وہ اس دروازے سے اُٹھ نہیں سکا۔ اور یہ ہم جو در در بھٹکتے ہیں اور ہماری زندگی جو گناہوں سے آلودہ ہوتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم حضورؐ کو پہچان نہیں سکے۔ ہمیں وراثتاً ایک نام نامی مل گیا اور یہ بھی اللہ کا شکر ہے یہ بھی کم انعام نہیں ہے۔ یہ بھی اُس کی بڑی رحمت ہے کہ وراثتاً تو ہمیں نام نامی نصیب ہوا۔ لیکن ہم نے ذاتی طور پہ سوچ کر سمجھ کر تفکر کر کے پہچانا نہیں ہے اور جنہوں نے پہچانا ہے وہ خواہ جسم کے اُن کے پرخچے اُڑ گئے پھر اُنہوں نے اطاعتِ رسول کو نہیں چھوڑا۔ حضورؐ سے تعلق بھی ہو اور حضور کی اطاعت چھوڑ دے یہ محال ہے۔ ممکن ہی نہیں ہے۔ بے بس ہو جاتا ہے انسان اُس کے بس میں بات نہیں رہتی۔

ہماری بھی ایک کوشش ہونی چاہیئے۔ رواج ہو گیا ہے لوگ واعظوں میں جلسوں میں اس لئے شریک ہوتے ہیں۔ کہ مولوی کسی کو کافر کہہ دے گا کسی پہ گمراہی کا فتویٰ لگا دے گا اور یہ بھی ضرور کہہ دے گا کہ تم جتنے یہاں پہ بیٹھے ہو تم سب جنتی ہو یہ دو تین باتیں تقریباً ہر وعظ ہر جلسے کی زینت ہیں۔ لیکن یہ تینوں باتیں حقیقت سے دور ہیں حقیقت اپنی جگہ پہ قائم ہے مجھے اور آپ کو ہمیں یہ سوچنا چاہیئے ہمیں یہ بالکل تنہائی میں علیحدگی میں جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے۔ ہمیں ضرور تنہائی میں یہ سوچنا چاہیئے یہ پرکھنا چاہیئے کہ کون دنیا میں ایسا شخص ہے جس کی غلامی کی جائے جس کی بات مانی جائے

ایک بات یاد رکھیں اس دنیا میں آنے والا ہر انسان نو وارد ہوتا ہے اور یہاں آ کر سیکھتا ہے اور کسی نہ کسی کی نقل کر کے جیتا ہے۔ پنجابیوں میں جو بچہ پیدا ہو وہ پنجابی بولنا سیکھتا ہے اور جو انگریزوں میں پیدا ہو وہ انگریزی بولنا سیکھتا ہے اور اگر وہاں سے سیکھ کر آتے تو سب

ایک زبان سیکھتے وہاں سے آتے ہیں تو خالی ذہن ہوتا ہے لوح بالکل صاف ہوتی ہے یہاں آکر اُس پہ نقش و نگار بنتے ہیں جو انگریزوں میں پیدا ہوا اس نے انگریزی سیکھ لی جو پٹھانوں میں پیدا ہوا اس نے پشتو سیکھ لی جو پنجابیوں میں پیدا ہوا اس نے پنجابی بولنا سیکھ لی۔ اُسی طرح انہی لوگوں کو دیکھ کر اُن ہی جیسا لباس بھی پہنتا ہے اُن ہی جیسی عادات بھی اپناتا ہے اور اُن کے پیچھے چلتا ہوا زندگی گزارنا شروع کر دیتا ہے تو جب ہم بھی کسی نہ کسی کے پیچھے ہی چل رہے ہیں تو جب پیچھے ہی چلنا ہے تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کون ہے کہ آپ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے چلا جائے۔ یہی دعوت دی ہے ربِّ کریم نے۔

ان تقوموا للہ مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا۔ ایک ایک دو دو تنہا تنہا کھڑے ہو کر بیٹھ کر سوچو تو سہی اپنے دماغ میں بات تو لاؤ ما بصاحبکم من جنۃ تمہیں کہ جس کا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (معاذ اللہ) اس کا کیا دماغ خراب ہے یہ تمہیں چیخ چیخ کر ایک طرف دعوت دے رہا ہے۔ کیوں آخر ایسا کیوں کر رہا ہے، کون ہے۔ اس کا بچپن کیسا ہے، لڑکپن کیسا ہے جوانی کیسی ہے، بڑھاپا کیسا ہے یہ شخص بااختیار ہو کر کیسا ہے اور بے اختیار ہو کر یہ شخص مالدار ہو کر کیسا ہے غریبی میں کیسا ہے یہ شخص شوہر کی حیثیت سے بھائی کی حیثیت سے والد کی حیثیت سے تعلقات میں تہذیب میں تمدن میں اخلاق میں کیسا ہے، ذرہ یہ تو سوچو اور پھر خدا کہتا ہے جب تم سوچو تو دنیا میں کوئی اس جیسا تلاش کر کے لاؤ۔ جب کوئی بھی نہیں ہے تو پھر تم اس کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کتنی عجیب بات ارشاد فرمائی ہے رب العالمین نے یہ خدا کی دعوت ہے یہ قرآن کی دعوت ہے ہمیں واقعی یہ خلوصِ دل سے یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کیا کر رہے ہیں کہاں جا رہے ہیں ہمارا دعویٰ کیا ہے اور ہم سفر کدھر کر رہے ہیں۔

ایک بات یاد رکھ لیں ہم یہاں سے کہتے ہیں میں پنڈی جا رہا ہوں اور زبانی یہ کہتے ہیں اور سفر یہاں سے سرگودھا کا شروع کر دیں عملاً سرگودھا کی طرف چلتے رہیں زبان سے کہتے رہیں میں پنڈی جا رہا ہوں تو پہنچیں گے کہاں، سرگودھا پہنچیں گے۔ زبان سے ہم کہتے ہیں میں حضور کا عاشق ہوں اور عمل ہمارا وہ ہو جو یہود اور ہنود کا ہے تو حشر اُن کے ساتھ ہو گا جن جیسا عمل ہے اس کے ساتھ نہیں ہو گا جن کے ساتھ زبان ہے۔ میرے بھائی ہمیں بھی سوچنا چاہیئے ہمارے افکار پر حضور کی غلامی کی چھاپ لگی ہوئی ہونی چاہیئے تب بات بنے گی خداوند عالم مجھے اور آپ کو تمام مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

چراغِ مصطفوی

پروفیسر
حافظ عبدالرزاق
ایم۔اے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں کچھ ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جو انسانی زندگی کو پُرسکون بناتی ہیں اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں اور کچھ باتیں ایسی ہیں جو انسان کی ہلاکت کا باعث بنتی ہیں۔ اس دوسری قسم میں سے ایک عادت خودپسندی کی ہے آج کی مجلس میں اسی پر گفتگو ہوگی۔

خودپسندی ایک بیماری ہے۔ اور ہر بیماری کی اصل اور جڑ ضرور ہوا کرتی ہے اسی لئے اطباء کہتے ہیں کہ ایک تو اصل مرض ہوتا ہے اور ایک اس کی علامات قابل اور ماہر طبیب علامات سے مرض کی تشخیص کرتا ہے مگر علاج اصل مرض کا کرتا ہے جس سے علامات خود بخود زائل ہوجاتی ہیں۔

خودپسندی ایک لحاظ سے مرض نہیں بلکہ مرض کی علامات میں سے ہے اصل مرض کی نشاندہی فرماتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنے والی چیز ایسی خواہش ہے جس کا انسان تابع اور غلام بن کر رہ جائے۔

خواہشات کی غلامی ایسا مرض ہے جس کی ہلاکت آفرینیوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے۔

افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہٖ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ۔

"یعنی کیا تم نے ایسے شخص کی حالت نہیں دیکھی جو خواہشات کا بندہ بن کر رہ گیا

اور خواہشات ہی کو اپنا معبود بنا لیا ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ علم جو ہدایت کا ذریعہ ہے وہ اس کے لئے گمراہی کا سبب بن گیا اس نے کانوں سے ہدایت کی بات سُننا گوارا نہ کیا ۔ اس کا قلب ہدایت کی بات قبول کرنے پر آمادہ نہ ہؤا اور اس کی بینائی ہدایت کو پہچاننے سے جواب دے گئی ۔ ایسے شخص کو ہدایت سے کیا واسطہ رہ گیا ۔

خودپسندی دراصل خواہشات کی غلامی کے مہلک مرض کی ایک علامت ہے ، خودپسندی کا میدان بڑا وسیع ہے اتنا وسیع کہ پوری زندگی اور زندگی کے ہر پہلو پہ اس کا تسلّط ہو جاتا ہے ، خودپسندی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ :

۱۔ انسان یہ یقین کرے کہ اس کی عقل اور سوچ معیاری ہے ۔ بلکہ وہ عقلِ کُل ہے اس کے مقابلے میں کوئی نظریہ کوئی عقیدہ کوئی فلسفہ قابلِ التفات ہی نہیں ۔

۲۔ اس کی عملی زندگی اور اس کے طور طریقے نہایت پسندیدہ اور معیاری ہیں اس کے مقابلے میں ہر عمل اور عمل کی صورت ہیچ اور پوچ ہے ۔

۳۔ اگر وہ ادیب ہے تو یہ حق صرف اسی کو حاصل ہے کہ اس کی تحریر پہ واہ واہ کا شور اُٹھے

۴۔ اگر وہ مقرر ہے تو صرف وہی اس کا اہل ہے کہ اسے طوطیٔ ہزار اور سحبانِ زمانہ سمجھا جائے

۵۔ اگر وہ سیاس ہے تو ضروری ہے کہ کوئی سیاسی شخصیت اس کے افکار سے اختلاف کرنے کی جرأت نہ کر سکے ۔

۶۔ اگر وہ عالم ہے تو دنیا بھر کے علماء کا فرض ہے کہ اس کے نام کا کلمہ پڑھیں ۔

۷۔ اگر وہ زاہد و عابد ہے تو زہد و تقویٰ میں کوئی اس کی نظیر نہ لائی جا سکے ۔

۸۔ اگر وہ مالدار ہے تو تمام اہلِ ثروت کا فرض ہے کہ اسے فرشی سلام کریں ۔

۹۔ اگر وہ حکمران ہے تو دنیا کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ ایسا حکمران اس سے پہلے نہ کوئی ہؤا ہے نہ آئندہ ایسا ہونے کا امکان ہے بلکہ جب وہ نہیں رہے گا تو ہمالیہ روئے گا ۔

غرض زندگی کے جس شعبے میں دیکھو خودپسند آدمی کا یہ پختہ یقین ہوتا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست گو حقیقت میں یہ یقین نہیں بلکہ وہم محض ہوتا ہے ۔

امام غزالیؒ نے ایک کتابچہ لکھا ہے "الکشف والتبیین فی غرور الخلق اجمعین" جس میں انہوں نے

ثابت کیا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ایسے لوگ ملتے ہیں اور بکثرت ملتے ہیں جو اس دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم ہی ہم ہیں اور کوئی نہیں۔

قرآنِ حکیم نے نوع انسانیت میں جاری و ساری ایک قانون کی نشاندہی فرمائی ہے کہ وفوق کل ذی علم علیم۔ کہ بنی نوع انسان میں ایک سے ایک بڑھ کر کامل موجود ہے خودپسند آدمی اول تو عملاً اس قانون کی نفی کرتا ہے کہ مجھ سے بڑا کوئی نہیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر انسان میں سوائے انبیاء کے کوئی نہ کوئی کمزوری اور خامی ہوتی ہے اور کمزوری کو دُور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اس کا احساس ہو کہ مجھ میں کمزوری ہے پھر اس کو رفع کرنے کا ارادہ ہو پھر اس کی عملی تدبیر کرے۔ اور خودپسندی کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے اندر کسی کمزوری کا خیال تک نہ گزرے۔ اور ایسا شخص جو خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو کبھی اپنی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالٰی نے ابھی بیان کردہ آیت میں ارشاد فرمایا کہ اس کے قلب اس کی سماعت اور اس کی بصارت پر مہر کر دی جاتی ہے کہ اس کا کوئی نقص دُور نہیں ہو سکتا اور کوئی خوبی اس کے اندر پیدا نہیں ہو سکتی۔

خودپسندی جب اور ترقی کرتی ہے تو آدمی اپنے خالق کے مقابلے میں بھی اکڑنے اور اترانے لگتا ہے حتیٰ کہ وہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ میری لوحِ مزار پر لکھ دینا کہ میں بڑا صاحبِ کمال ہوں یا خدا۔

غور سے دیکھا جائے کہ پوری دنیا میں جو فتنہ و فساد، جو بدامنی اور بے اطمینانی جو لڑائی جھگڑے، جو دشمنی اور درندگی اس وقت پھیلی ہوئی ہے اس کی اصل کا سُراغ لگایا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کی باگ ڈور لازماً کسی ایسی شخصیت کے ہاتھ میں ہو گی جو خودپسندی کے مرض میں درجۂ کمال تک پہنچا ہو گا۔

ع خدارا بے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

عاجزی اللہ تعالٰی کو بہت ہی پسند ہے

سفر حجازِ مقدّس

لیفٹیننٹ کرنل
محبوب خان
(ریٹائرڈ)

شیخ العرب والعجم، مجدد الطریقت، قلزم فیوض، بحر العلوم، مرشدِ کامل، عارف باللہ حضرت مولانا اللہ یار خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس دارِ فانی سے عالمِ بقا کو سدھارے ہوئے ایک برس گزر چکا ہے اور اس عظیم ہستی کی جگہ ان کے خلفِ رشید حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ ان کی مسندِ خلافت پر فائز ہو چکے تھے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ سے منسلک ہر فرد نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی تھی۔ اس دوران یہ مقدس سلسلہ شیطان مردود کی کارستانیوں اور کچھ جاہ پرست خود پسند اور خود غرض اشخاص کی سازشوں کی وجہ سے مشکلات سے دوچار ہوا لیکن اللہ تعالٰی کی مدد اور حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے خلوص، مومنانہ فراست عزم و استقلال اور حق پرستی سے اس پر بطریق احسن قابو پا لیا گیا۔ وہ مشن جو اعلحضرت علیہ الرحمۃ اپنے جانشین کے سپرد کر گئے تھے اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حضرت کے جانشین جناب مولانا محمد اکرم صاحب نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کراچی سے لے کر گلگت تک اور خیبر سے لے کر بہاول نگر تک ہر جگہ فرقہ ہائے باطلہ کو للکارا اور اعلحضرت کے مشن کی صداقت کا لوہا منوا لیا۔ باطل پرست یہ ماننے پر مجبور ہو گئے کہ اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے پر بھی ان کے لئے کوئی خلا پیدا نہیں ہوا اور ان کے خلاف جہاد میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی جس کا فوری نتیجہ حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ کے ۲۴ دسمبر ۱۹۸۴ء کے اجتماع مرشد آباد کے اس اعلان کی صورت میں رونما ہوا "الحمد للہ حضرت المکرم رحمۃ اللہ نے سلسلہ عالیہ کی باگ ڈور برکات کے ساتھ مجھے منتقل فرما دی ہیں" یقیناً ان امور کو دربار رسالت میں بھی شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ اور وہ وقت آ گیا کہ اس سلسلہ عالیہ کی منتقلی کی باقاعدہ تقریب دربار رسالت مآب میں منعقد ہو، چنانچہ ۸ فروری ۱۹۸۵ء کو مرشد آباد کے اجتماع کے دوران نماز فجر کے بعد مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہٗ نے فرمایا "مجھے مسجد نبوی میں حاضری دینے کا بلاوا آیا ہے" اس کے بعد حضرت مولانا نے اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے

ہوئے ہر کس و ناکس کے لئے جس نے ان کے خلاف غیر شریفانہ اور توہین آمیز رویہ اختیار کیا ہے معافی کا اعلان فرما دیا۔ ایسا کوئی شخص اگر رجوع کرنا چاہے تو وہ دروازہ کھلا پائے گا۔ یہ اُن کے غایتِ حلم بُردباری اور عفو درگذر کی بہترین دلیل ہے چنانچہ ناظم اعلیٰ حضرت کرنل ریٹائرڈ مطلوب حسین صاحب نے سفر کی تیاری شروع کر دی تمام احباب کو اس سفر میں شمولیت کے لئے دعوتِ عام دیدی۔ مندرجہ ذیل حضرات نے اس دعوت پر لبیک کہی۔

(۱) حافظ عبدالرزاق صاحب چکوال	(۲) ناظم اعلیٰ کرنل مطلوب حسین صاحب لاہور
(۳) حافظ غلام جیلانی صاحب ؍؍	(۴) حاجی حبیب الرحمان صاحب سیالکوٹ
(۵) مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب سرگودھا	(۶) ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب جوہر آباد
(۷) کرنل محبوب خان صاحب کراچی	(۸) ہیڈ ماسٹر غلام رسول صاحب جہلم
(۹) محمد درویش خان صاحب مردان	(۱۰) مختار احمد صاحب پنڈی گھیپ

۱۴ ار فروری کو حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ، اور حافظ غلام جیلانی صاحب کراچی پہنچ اور کرنل محبوب خان صاحب کے گھر پر قیام فرمایا اور شام کا ذکر مسجد طوبےٰ کراچی میں ہوا۔

۱۵ ار فروری بروز جمعہ کو حافظ عبدالرزاق صاحب مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ صاحب۔ جناب مختار احمد صاحب، جناب غلام رسول صاحب اور جناب محمد درویش خان صاحب، کرنل مطلوب حسین صاحب اور حاجی حبیب الرحمٰن صاحب سیالکوٹی بھی کراچی تشریف لائے۔ حضرت ملک محمد اکرم صاحب نے نماز جمعہ S.R.E III NA ۱۴۲ میں پڑھائی نماز سے پہلے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ تقریر فرمائی جس میں سورۂ مزمّل کی پہلی آیات تلاوت فرما کر نہایت فصیح و بلیغ انداز میں ضرورت اور اہمیت ذکر پر روشنی ڈالی۔ فرمایا کہ اگر سرکارِ دو عالم کی ذاتِ اقدس اس قدر مصروفیات مجاہدات اور مخالفت اعداء کے باوجود ذکر الٰہی سے مستثنےٰ نہیں ہوسکتی تو ما وشما کس قطار میں آتے ہیں افسوس اس بات کا ہے کہ اس زمانہ میں شاذ ہی کوئی معرفت الٰہی کا طالب، تصوّف و سلوک کا متلاشی اور ذکر و فکر کا جویا اور شائق نظر آیا ہے۔

جناب ناظم اعلیٰ نے قرطاسِ ابیض کے تین سو نسخے احباب کراچی کے لئے دئے اس کتابچے میں مجلس منتظمہ نے اغراض پرستوں کے برپا کئے جانے والے انتشار و مخاصمت کے تمام پہلوؤں

پر روشنی ڈالی اور واضح الفاظ میں اُن کے رجحانات منظر عام پر لائے اور حق پرستی کا رجحان رکھنے والے حضرات کے لئے سوچ وسمجھ کا مواد مہیا فرما کر سلسلۂ عالیہ کی بے پناہ خدمت انجام دی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

شام کا ذکر قیام گاہ پر ہوا جہاں پر آٹھ حضرات جن میں دو ڈاکٹر دو آفیسر اور باقی معزز حضرات شامل تھے ظاہری بیعت سے مشرف ہوئے۔

۱۷ر فروری کو ساڑھے آٹھ بجے صبح کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز جدّہ کے لئے روانگی ہوئی حضرت الکرم رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ قائم ہوا۔ آپ نے خصوصی دعا فرمائی اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کر دورانِ سفر اور قیام حجاز میں ہر لحظہ اور ہر آن سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خیال رکھا جائے اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھا جائے۔ دورانِ سفر ہند و پاکستان کے کثیر تعداد میں مشائخ سلاسل اور صاحب منصب اولیائے کرام ۱۵ و حجازِ مقدس تک ہمراہ رہے۔ حدود حجاز مقدس میں داخل ہونے پر حضرت ابو اسحٰق رحمۃ اللہ کی سرکردگی میں پانچ بزرگ ہمراہ ہوئے یہ حضرت ابو اسحٰق تبع تابعین کے بعد اُمت محمدیہؐ کے پہلے غوث تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے ان کو مزید منازل بالا کرانے کا تذکرہ راقم الحروف نے زندگی میں اعلیحضرت کی زبان مبارک سے سنا تھا۔

جدّہ میں جناب زاہد امین صاحب کے گھر پر کچھ دیر قیام کیا۔ نماز ظہر ادا کی اور تقریباً پانچ بجے شام حرم پاک مکّہ مکرمہ میں حاضری سے مشرف ہوئے۔ عمرہ کے بعد جناب سراج احمد رفعتؔ صاحب کی قیام گاہ واقع مسفلۃ مکہ معظمہ میں اقامت اختیار کی۔ قیام مکہ کے چار دنوں کے دوران احباب سلسلہ نے مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ حضرت نے دو دفعہ خطاب فرمایا اور ضرورت اور فضیلت ذکر پر روشنی ڈالی اور سامعین کو بے حد متاثر و محظوظ فرمایا۔ قاری محمد یار صاحب کو حلقہ کی قیادت سونپی اور استقامت اور سعی پیہم کی ضرورت پر زور دیا۔ یہاں پر سات نئے احباب حلقہ میں داخل ہو کر بیعت ظاہری سے مشرف ہوئے۔ حضرت مولانا نے کعبۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ اس کی بنیاد ایک چھوٹی سی ٹیکری پر رکھی گئی تھی جس کے متعلق گرداگرد برساتی نالے تھے۔ صفا اور مروہ مقابلتاً اونچی پہاڑیاں تھیں، چشمہ زمزم کعبہ شریف کی پہاڑی کے دامن سے برساتی نالہ میں نمودار ہوا تھا۔ قریش مکہ نے جب کعبۃ اللہ کی از سرِ نو تعمیر کی تو اس کی دیواروں کو حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیادوں پر استوار کیا۔ اس زمانہ میں جدّہ میں ایک جہاز ٹوٹا تھا جس کی لکڑیاں خریدی گئیں جو پورے چھت کی تعمیر کے لئے ناکافی تھیں اس لئے حطیم کو کھلا چھوڑ دیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر شدہ کعبہ کے تمام پتھر استعمال کئے گئے جس سے کعبہ شریف پہلے والی اونچائی سے ایک تہائی اور اونچا ہوگیا جو اس کی موجودہ ہئیت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود کو موجودہ جگہ پر اپنے دستِ مبارک سے آویزاں کیا جو قرامطہ نے اکھاڑا تھا مگر پھر اسی جگہ نصب ہوا۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور بنو اُمیہ نے کچھ ترامیم کیں حضرت مولانا نے اس جگہ کی نشاندہی بھی فرمائی جہاں پر حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ شہید ہوئے تھے۔ فرمایا سعی کے دوران کعبۃ اللہ کی طرف بار بار دیکھنا اولیٰ ہے کیونکہ حضرت مائی حاجرہ علیہا الرحمۃ دوران سعی بار بار اس طرف دیکھتی تھیں، دوران قیام ایک دن زیارت منیٰ و عرفات کے لئے نکلے۔ میدان عرفات اور منیٰ میں بے حد تبدیلی آچکی ہے۔ میدانِ عرفات میں قطار در قطار ہزار ہا درخت لگائے گئے ہیں زمین ہموار کی گئی ہے اور سڑکوں کے جال بچھائے گئے ہیں اور کئی طرح کی عمارتیں وجود میں آچکی ہیں نمازِ عصر جبل رحمت پر ادا کی حضرت مولانا نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز ادا کی تھی جس کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی تھی اسی پہاڑی کے دامن میں مائی حوّاؑ کی جھونپڑی کی جگہ بتلائی جہاں بعد قبول توبہ اُن سے ملاقات ہوئی تھی۔ وہاں پر دو انبیاءؑ کی آخری آرام گاہ کی نشاندہی بھی فرمائی۔

جبلِ رحمت کی چوٹی پر جو چبوترہ بنا ہوا ہے وہاں کھڑے ہو کر منیٰ کی طرف منہ کریں تو سامنے پہاڑی کے دامن میں ایک نبی کی قبر مبارک ہے ایک اور نبی کی قبر مبارک دائیں طرف دوسری پہاڑی پر گول تالاب کے پاس اسی کی سیدھ میں تھوڑا سا اوپر کی طرف ہے وہاں پر اس جگہ کی نشاندہی بھی فرمائی جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی پر رکابوں میں پاؤں رکھ کر کھڑے ہو کر آخری خطبہ دیا تھا اور حضورؐ کی آواز تمام میدانِ عرفات میں یکساں سنائی دی تھی اس بات کا تجربہ کرنے کے لئے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور کچھ ساتھیوں کو مسجد نمرہ میں کھڑا کیا انہوں نے وہاں پر بالکل صحیح آواز سنی تھی۔ واپسی پر مسجد خیف میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کو سلام عرض کرنے کے لئے گاڑی روکی اور ان سے دعا کی درخواست کی جو انہوں نے بکمال شفقت قبول فرمائی اس کے بعد اس جگہ کی نشاندہی بھی فرمائی جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لٹایا گیا تھا۔

دوران قیام مکہ مکرمہ جناب قاری محمد یار صاحب کو فقہ جعفریہ کو جدید عربی میں ترجمہ کرنے کا کام سونپا گیا۔ اُمید واثق ہے کہ عنقریب یہ کتابچہ چھپ کر دنیائے عرب میں حضرت شیخ المکرمؒ کے نام نامی کو چار چاند لگا دیگا۔

عمرہ: پہلے عمرہ کے دوران تمام مشائخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہمراہ رہے۔ عمرہ اختتام پر حضرت شیخ المکرمؒ نے عمرہ کی قبولیت کی بشارت سنائی اور مبارکباد دی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اللہ رب العزت نے جو کیفیات عطا فرمائی ہیں ان کی نگہداشت کرنا اور ضائع نہ ہونے دینا۔ الحمد للہ تمام ساتھیوں کی صحت ٹھیک رہی اور تمام اعمال ظاہرہ و باطنہ احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے جن کی غمازی ان کے چمکتے چہروں اور نورانی پیشانیوں سے ہوتی ہے

قیام مکہ معظمہ کے دوران ہر روز ایک عمرہ اور متعدد طواف کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ وقت آن پہنچا جب اس سے جدائی ناگزیر ہوگئی ۱۱ر فروری کو نماز فجر کے بعد طواف وداع سے فارغ ہو کر عازم جدّہ ہوئے وہاں چند گھنٹے جناب بلیغ صاحب کے ہاں قیام کیا اور قریباً ۴ بجے بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ منورہ پہنچے جناب بلیغ صاحب اور زاہد صاحب بھی ساتھ ہو لئے۔ جدّہ میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اطلاع ملی ہے مدینہ منورہ میں رہائش کے لئے جگہ ملنا مشکل نظر آتا ہے۔ فرمایا آپ لوگ آئیں توسہی۔ چنانچہ مدینہ منورہ پہنچتے ہی ایک اجنبی عربی کی کوشش سے ایک نہایت صاف ستھری مناسب کرائے پر جائے رہائش مل گئی۔ خورد و نوش کا بہترین انتظام ہو گیا۔

مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے سفر کے دوران پانچ مشائخ حضرت ابو اسحاق علیہ الرحمتہ کی سرکردگی میں ساتھ رہے نماز مغرب مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روضۂ اطہر پر حاضری دی اور تمام احباب نے صلوٰۃ وسلام پیش کیا اس کے بعد باب جبرئیل کے باہر حضور اکرمؐ کے پائے مبارک کی طرف بیٹھ کر خاموشی سے معمول کیا۔

تقریب منتقلی سلسلہ: زائرین کے قافلے میں پانچ ایسی ہستیاں تھیں جو تصوف وسلوک میں بلند و بالا منازل پر فائز ہونے کے علاوہ، صاحب حال، صاحب بصیرت اور صاحب مشاہدہ موجود تھیں جن کو رب کریم نے مندرجہ ذیل تفصیلات کا مشاہدہ کرایا جو میں انہی کی نسبت سے نقل کر رہا ہوں اور اس میں میری ذاتی رائے کو دخل نہیں۔

جونہی دربار نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضری ہوئی حضرت مولانا ملک محمد اکرم صاحب آگے بڑھے اور حضور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ مصافحہ کیا حضور رسالت مآب علیہ وسلم نے جناب

ملک صاحب کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کے بعد تمام حاضر ساتھی منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوئے اور رحمتِ عالم نے کمال شفقت سے سب کے ساتھ مصافحہ کیا اس کے بعد حضرت شیخ المکرمؒ نے جناب ملک صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حضورؐ کے سامنے پیش کیا اس وقت حضرت ملک صاحب مختلف اقسام اور رنگوں کے موتیوں سے تیار شدہ لباس فاخرہ میں ملبوس نظر آ رہے تھے سر پر بیش بہا خوبصورت تاج پہن رکھا تھا تاج کے اوپر اسلام کا جھنڈا نظر آ رہا تھا کمر میں ہلکے سبز رنگ کی پیٹی اور ہاتھ میں چاندی کے دستہ کا ایک خوبصورت عصا تھا۔ اس وقت رحمتِ دوعالم نے سلسلہ کی باگ ڈور جناب ملک صاحب کے ہاتھ میں دی۔ اس پر جناب ملک صاحب نے نہایت مؤدبانہ انداز میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ ؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھ سے آپ کی غایت عنایات کا حق ادا کر دینا ممکن نہیں میں کمزور ہوں اور جماعت کی ذمہ داری کا بوجھ اُٹھانے کا اپنے آپ کو قابل نہیں پاتا۔ آپ کی ازحد عنایت ہوگی اگر یہ بوجھ کسی ایسی ہستی کے سپرد کر دیا جائے جو اس ذمہ داری کو بطریق احسن بجا لانے کے اہل ہو میں اسی طرح جماعت کا خادم رہ کر تابعداری کرتا رہوں گا۔ یہ سُنکر حضورؐ نے فرمایا۔ یہ جماعت اور سلسلہ میرا ہے اور میں ہر دم اس پر نظر رکھتا ہوں آپ اپنا کام کرتے جائیں اللہ تعالےٰ آپکو قوت اور صلاحیتیں عطا کر دے گا۔ پھر قرآنِ کریم اور تلوار عطا کئے گئے اس وقت یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ تاحدِ نگاہ جماعت کے ساتھی کھڑے ہیں اور ان کے گرداگرد ایک رسّی احاطہ کئے ہوئے ہے اس کے دونوں سرے حضرت ملک صاحب کے ہاتھ سے ہوتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں۔ اب جناب ملک صاحب کو کرسی پر بٹھا دیا گیا۔ اس کے بعد ہمراہ سفر ساتھیوں کی بیٹھکی دربار رسالت مندرجہ ذیل ترتیب سے ہوئی۔

کرنل مطلوب حسین صاحب ناظمِ اعلیٰ۔ ان کو لباسِ فاخرہ زیب تن کرا کر سامنے لایا گیا گلے میں ہار ڈالے گئے عصا عطا کی گئی اور جناب ملک صاحب مدظلہ کی ساتھ والی کرسی پر بٹھا دیا گیا۔

جناب حافظ عبد الرزاق صاحب کو لباس فاخرہ زیب تن کرا کر سامنے لایا گیا گلے میں ہار ڈالے گئے قلم عطا کی گئی اور حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کی ساتھ والی کرسی پر بٹھایا گیا۔

حضرت مختار احمد صاحب حافظ غلام جیلانی صاحب حاجی حبیب الرحمان صاحب سیالکوٹی	ان حضرات کو لباس فاخرہ پہنایا گیا ہار ڈالے گئے اور ملک صاحب کی کرسی کے پیچھے کھڑا کر دیا گیا۔

مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب
کرنل محبوب خان صاحب
} ان حضرات کو بھی لباس فاخرہ پہنایا گیا ہار ڈالے گئے اور حضرت مولانا کی کرسی کے پیچھے صف پر بیٹھا دیا گیا۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفٰی صاحب اور جناب غلام رسول صاحب وجناب محمد درویش خان صاحب:

اس کے بعد حضرت ملک صاحب مدظلہٗ نے اپنے ہمراہیوں جدہ سے ساتھ آنے والے ساتھیوں اور مکہ مکرمہ کے ساتھیوں کی خدمت گزاری اور مہمان نوازی کا تذکرہ کیا۔ اور تمام سلسلہ کے لئے دربار رسالت میں دعا کی درخواست کی۔ دیکھا گیا کہ پوری جماعت پیش ہوگئی ہے اور احباب کے سر ہی سر حد نگاہ تک نظر آتے ہیں اور ان پر ایک بادل چھایا رہا ہے جس سے مختلف رنگوں کی کلیوں کی بارش ہورہی ہے اس وقت حضور پُرنور ﷺ نے بکمال شفقت اور ذرہ نوازی سلسلہ عالیہ کے ہر فرد کے لئے دینی دنیادی اور اُخروی فلاح اور استقامت کی دعا فرمائی۔ اس طرح یہ انوکھی تقریب اختتام کو پہنچی۔

۲۵ر فروری کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل احباب کو سلسلہ کی بدنی اور مالی خدمات کی بنا پر خصوصی انعامات سے نوازا۔

(۱) ماسٹر محمد خان صاحب سرگودھا (۲) حاجی الطاف احمد صاحب پشاور (۳) فضل کریم بٹ صاحب راولپنڈی (۴) نوید صفدر صاحب راولپنڈی (۵) ملک محمد سلیم صاحب لاہور (۶) حفظ الرحمٰن صاحب لاہور (۷) محمد رفیق صاحب جوہر آباد (۸) غلام محمد صاحب واں بھچراں (۹) محمد نسیم صاحب حال کراچی اور (۱۰) قاضی محمد محسن صاحب حال کراچی۔ سید منظور حسین شاہ کو روحانی بیعت بھی اسی دن نصیب ہوئی اور مندرجہ احباب کو مراقبات ثلاثہ کرائے گئے۔

(۱) سراج احمد رفعت (۲) افضل یعقوب صاحب (۳) اور محمد اشرف صاحب۔

۲۷ر فروری کو صبح نماز فجر کے بعد حضرت حافظ غلام جیلانی صاحب نے فرمایا کہ صبح نماز تہجد کے بعد ایسا دیکھنے میں آیا کہ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے انعامات زائرین حضرات کو عطا فرمائے ہیں جس میں ہر طرح کی اشیاء نظر آتی تھیں مثلاً چغے، ہار، پھول وغیرہ۔

حافظ غلام جیلانی صاحب نے فرمایا کہ ایصال ثواب جب پاکستان سے کیا جاتا ہے تو اس کو ایک تھال میں مختلف نوعیت میں مثلاً پھول، موتی، ہیرے جواہرات کی شکل میں سرکارِ دوعالم کی بارگاہ عالیہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب یہاں پر تلاوت قرآن کریم تسبیحات یا درود شریف کا ایصال ثواب کیا جاتا ہے

تو اس کا حجم اتنا بڑھ جاتا ہے کہ ان گنت فرشتے اس کو اٹھا کر پیش کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں اُسی دن حافظ غلام جیلانی صاحب مولانا نذیر احمد مخدوم صاحب اور حاجی حبیب الرحمٰن صاحب مسجد ابوذر غفاری مسجد قبا اور مسجد غمامہ کی زیارت کرنے کے بعد شہدائے احد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم صاحب مدظلہ، زائرین حاضرہ اور باقی جماعت کی طرف سے سلام عرض کیا گیا۔ تو حضرت امیر حمزہ رضی نے غایت محبت اور شفقت سے سب کو گلے لگایا پیشانیوں پر بوسے دئیے گئے اور ڈاڑھیوں کو ہاتھ سے چھوا اور مرحبا، سبحان اللہ کے کلمات کہے اور فرمایا سبحان اللہ ۱۴۰۰ سال کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جن کے تھوڑے عمل کا بھی بہت اجر ہوگا پھر حضور نبی کریم کی وہ حدیث مبارکہ پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے۔ آخری زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میری سنت پر عمل پیرا ہوں گے۔ وہ اس زمانے میں ایسے ممتاز ہوں گے جیسے اس زمانے میں تم میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ سبحان اللہ یہ وہی لوگ ہیں۔ ساتھ ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مرقد مبارک ہے وہ کھڑے ہو گئے سب کو گلے سے لگایا اور محبت کا اظہار فرمایا۔ یہ وہ نوعمر شہید معرکۂ اُحد میں حمزہؓ کے دفن کے وقت اگر سر کو ڈھانکتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے چنانچہ ارشادِ نبوی کے مطابق ان کا سر مبارک ڈھانک کر پاؤں پہ گھاس ڈال کر دفن کیا گیا تھا۔ پھر دونوں حضرات نے سلسلہ کے ہر فرد کو سلام کہا۔ ان حضرات سے عرض کیا گیا کہ مکہ مکرمہ جدہ اور مدینہ منورہ میں حلقہ ذکر تیار کئے گئے ہیں۔ فرمانے لگے اس سلسلہ کی باگ ڈور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ حضرت مولانا کی معیت میں ایک دن جنت البقیع میں بھی حاضری دی گئی۔

قیام مدینہ منورہ کے دوران حضرت مولانا نے تصوف و سلوک میں ضرورت شیخ زندہ اور اہمیت ذکر پر نہایت بصیرت آموز تقریر فرمائی جس کی کیسٹ جناب سراج احمد رفعت صاحب نے بھری آپ نے فرمایا کہ ذات باری یہ چاہتی ہے کہ انسان برضا و رغبت معرفت باری سے شناسائی حاصل کر کے محبت کا رشتہ استوار کرے۔ یہ انسانیت کی معراج ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کو معرفت باری حاصل کرنے کی استعداد نصیب فرمائی ہے جب ذات باری ہر جہت اور ہیئت سے پاک ہے تو پھر انسان ایسی موہوم ہستی کے ساتھ کیسے تعلق معرفت اور محبت پیدا کرے اس

عقدہ کو حل کرنے اور منزل مقصود کی طرف پیش رفت کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کی راہنمائی کرے ۔ چنانچہ اس ذات پاک نے کچھ بندوں کو خصوصی صلاحیت واستعداد سے نواز کر یہ اہلیت بخشی کہ وہ کلام باری کو سن سکیں سمجھ سکیں اور اس کی مخلوق تک پہنچا سکیں ان ہستیوں کا محل ان کے قلوب منورہ کو قرار دیا ۔ ایسے نفوس مقدسہ انبیاء علیہ السلام کہلائے اور مخلوق کی رہنمائی کے لئے مختلف وقتوں ، علاقوں اور قوموں میں مبعوث ہوتے رہے ۔ اس لئے جو شخص بھی معرفت وقرب الہٰی کا طالب ہوا اس کے لئے اس کے علاوہ چارہ نہ تھا کہ وہ انبیاء پہ اُن پر نازل شدہ کلام پہ اور اس کلام کے اس مفہوم پر جو اُنہوں نے بیان کیا ، ایمان لائے اور پھر اس نبی کے قلب منورہ کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اخذ فیض کرے ۔ اس لئے جو شخص بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حاضر خدمت ہوا اس نے اخذ فیض کر لیا اور صحابی ہو گیا ۔ اور اُس میں معرفت باری اور صحبت باری کی استعداد پیدا ہو گئی ۔ صحابۂ کرام سے اخذ فیض کرنے والے تابعی اور اُن سے اخذ فیض کرنے والے تبع تابعین ہو گئے ان کے بعد معرفت باری کو تقسیم کرنے کی سعادت اُن منتخب ہستیوں کے حصہ میں آتی رہی جن کی قسمت میں ازل سے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اطہر سے اخذ فیض کی صلاحیت واستعداد مقرر کر دی گئی تھی ۔ یہی لوگ مشائخ کرام ہیں پھر ان مشائخ کرام نے جن لوگوں کی تربیت کی اور ان کو اخذ نور نبوت کی تعلیم دی اور اُن کو اپنا جانشین بنایا اُن ہی برگزیدہ بندوں کے قلوب سے معرفت اور محبت الہٰی کے سوتے پھوٹتے ہیں ۔ ان زندہ ہستیوں کے بغیر معرفت الہٰی کو پا لینا ممکن نہیں اور یہی زندہ شیخ کی ضرورت کا بنیادی اصول ہے ۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہوں کہ ان کو زندہ شیخ کی ضرورت نہیں ان کو پہلے شیخ ہی کافی ہیں ہرگز راہ پر نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ اگر اس نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر سرکار دو عالم کے بعد کسی شخص کا کسی شخص کے ہاتھ بیعت کرنے اور اخذ فیض کرنے کا جواز ہی باقی نہیں رہتا شیخ کے ساتھ گستاخی کرنے اور وعدہ خلافی کرنے والے کا انجام دردناک ہوتا ہے ، پھر شیخ المکرمؒ کے ایک گستاخ خلیفہ مجاز سید منظور حسین شاہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ یہ شخص بہت تیز مشاہدات رکھتا تھا

اس نے محض اپنے ذاتی اجتہاد اور اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ منظور نظر سالکین کو سامنے بیٹھ کر ذکر کرانا شروع کر دیا جس وقت اس بات کی خبر اعلیٰ حضرت کو پہنچی تو آپ نے اُسے بات سے منع فرمایا۔ اس نے بجائے تعمیل حکم کے گستاخانہ رویّہ اختیار کیا اپنے کردار کو صحیح جانا اور جرح کرنی شروع کر دی اس وجہ سے وہ زیر عتاب آگیا تمام مناصب منازل مشاہدات سلب ہو گئے ایمان سے محروم ہو گیا اور بات یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو کہتا تھا کہ مجھے سلام نہ دیا جائے نہ میرے سامنے اللہ کا نام لیا جائے۔ ہر عورت ہر مرد کے لئے حلال ہے اپنی سگی بھانجی کو پاس رکھ لیا اور اس کے ساتھ کھلم کھلا شہوت رانی کرنے لگا۔ مرنے سے پہلے وصیت کی کہ مجھے غسل دیا جائے نہ جنازہ پڑھا جائے بلکہ میری میت کو رسیوں کے ساتھ چارپائی پر باندھ دیا جائے اور کمرے کے تمام دروازے کھڑکیاں وغیرہ میں چن دی جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اللھم احفظنا من شرور انفسنا۔

اسی طرح ایک اور شخص سلسلہ سے منحرف ہوا حضرت نے اس کے ساتھ مناظرہ بھی فرمایا لیکن بالآخر وہ ذات باری کا انکار کر کے جہنم رسید ہوا۔

۲۷ فروری کو اصحاب صُفّہ والے چبوترے پر بیٹھے ہوئے حافظ غلام جیلانی صاحب نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ روضۂ اطہر سے بہت بڑا سبز رنگ کے انوار کا فوارہ نکلتا ہے اور اس کے قطرات تمام حرم پاک میں پڑتے ہیں۔ کچھ لوگ انہیں جذب کر لیتے ہیں مگر کچھ لوگ وہاں پر اور ریاض الجنّہ میں بیٹھے تلاوت قرآن میں تسبیح و تعلیل میں، نوافل میں مصروف ہیں۔ لیکن ان انوار کا کوئی حصہ ان کو نہیں پہنچتا۔ یہ کہنے لگے اگر کوئی ساتھی دربار رسالت میں کوئی عرضداشت پیش کرنا چاہتا ہے تو کرا دی جائے۔ میں نے استقامت، خاتمہ بالخیر رضائے الٰہی اور شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی جواب ملا خلوص دل سے محنت کرتے رہو۔ جنت اہل ایمان ہی کے لئے بنائی گئی ہے اور ساتھیوں نے بھی معروضات پیش کیں۔ پھر نماز ظہر پڑھی الوداعی صلوٰۃ و سلام پیش کیا دوبارہ روضۂ اطہر پہ حاضری کی درخواست کی آنکھیں اشکبار دل بے قرار ناچار جدہ روانہ ہوئے ؎

گر رفتہ ام ز کوئے تو آساں نہ رفتہ ام ؎ ایں قصہ از زبان عزیزاں شنیدہ باد

مدینہ ایرپورٹ پر نمازِ عصر ادا کی عجیب سماں تھا، دورانِ پرواز حضرت ابو اسحاق علیہ الرحمۃ اور سات دوسرے بزرگوں حقِ مشالعیت ادا کیا۔ اب دو حضرات کے اضافہ کا سبب پوچھنے پر حضرت شیخ المکرمؒ نے فرمایا کہ دورانِ قیام مدینہ منورہ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کے درجات و منصب میں ترقی ہوگئی ہے۔

جدہ میں رات کا قیام جناب زاہد امین اور کرنل ریٹائرڈ عبد القیوم صاحب کے ہاں ہوُا۔ شام کا ذکر جناب جاوید لیٰسین صاحب کے ہاں ہوُا۔ تہجد کا معمول جناب میاں سجاد صاحب کے ہاں ہوُا اور جناب سجاد صاحب اور عبد القیوم صاحب روحانی بیعت سے مشرف ہوئے۔ موخر الذکر نے جدہ میں قیام کی مدت دو دن بڑھانے کی درخواست کی۔ حضرت شیخ المکرمؒ سے مشورہ کیا گیا۔ لیکن آپ نے پروگرام میں تبدیلی کرنا منظور نہ فرمایا۔ لہذا ۲۸ فروری کو حضرت مولانا چار احباب کے ساتھ عازم ابوظہبی ہو گئے۔ باقی احباب کو مزید عمرے اور متعدد طواف کرنے اور بیعت اللہ میں جمعہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ رات مکہ معظمہ میں گذاری۔ اس دوران احباب نے جنت المعلیٰ میں حاضری دی۔

جدہ سے ابوظہبی:

دورانِ سفر حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور سات مشائخ ساتھ تھے حضرت مولانا کی آمد کی خبر سنکر کسی حریف نے شکایت کی کہ ان کو آنے سے روکا جائے لیکن ایک حق پرست عالم کی وساطت سے حکومت امارات متحدہ نے بہت ہی فراخدلی کا ثبوت دیا۔ جس حکومت میں علماء کو نمازِ جمعہ کے خطبے اور تقاریر لکھ کر دی جاتی ہیں وہاں پر حضرت مولانا کا تبلیغی پروگرام ہر روز ریڈیو کی خبروں میں نشر ہوتا رہا۔ حلقہ ابوظہبی کے امیر جناب آفتاب اقبال احمد نے نہایت عمدہ انتظامات اور پروگرام تیار کئے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا نے افغان مسجد میں جمعہ کا خطاب فرمایا جس کا عنوان دعوت الی اللہ تھا۔ بعد نمازِ عشاء پاکستانی مرکز میں اس موضوع پر خطاب فرمایا۔ اور یہ سلسلہ چار دن تک چلتا رہا۔ سامعین میں مسلمانانِ ہندو

و پاکستان کے علاوہ بہت سے علماء کرام بھی شرکت فرماتے رہے۔
جب مولانا نے اتوار کے روز شانِ صحابہؓ پر تقریر فرمائی تو نماز کے بعد علمائے ایک وفد نے حضرت مولانا محمد اکرم صاحب سے ملاقات کی اور اس بات کا اعتراف کیا کہ ایسی تفسیر قرآن ہم نے آج تک نہیں سنی تھی۔ ممتاز عالم دین جناب سید جلال الدین صاحب نے حضرت سے علوم باطنیہ سے مستفید ہونے کی تمنا کا اظہار فرمایا حضرت نے ان کو قلب کرادیا جو عطائے خداوندی کی بنا پر منور ہوگیا۔ محکمہ اوقاف کے علماء کے وفود اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ حضرت مولانا کا نام نامی اپنے مستقل علماء میں درج کراکر رجسٹرڈ کیا جائے تاکہ آئندہ متحدہ امارات میں داخلے میں ویزا کی دقت نہ ہو۔ اس سلسلہ تقاریر میں یہ تاثر پایا جاتا تھا کہ وہاں کے سامعین یہ چاہتے تھے کہ مولانا کچھ دیر اور ٹھہریں اور ان کی روحانی پیاس بجھائیں لیکن پروگرام کے مطابق واپس لوٹنا ضروری تھا۔ اس دورہ میں کم وبیش پچاس سامعین حلقہ میں شامل ہوکر بیعت سے مشرف ہوئے جن میں لبنان فلسطین، کینیا، مصر اور ترکی کے افراد شامل تھے۔

دربارِ رسالت میں عرض کیا گیا کہ اللہ تعالےٰ اس سفر کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے جواب ملا۔ آپ کو ابھی ان برکات کا احساس کما حقہٗ نہیں ہوا واپس جا کر کچھ عرصہ بعد آپ کو فوائد ونتائج کا احساس ہوگا۔ بالآخر ۶ مارچ کی صبح کو کراچی واپس پہنچے اور ایک رات قیام کے بعد ۷ مارچ کو بروز جمعہ اجتماع منارہ میں شرکت کے لئے پہنچ گئے۔ دوسرے دن مرشد آباد حضرت شیخ المکرمؒ کے ہاں حاضری ہوئی اور انعامات عطا ہوئے۔

اس طرح یہ سفر سعید اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالےٰ تمام احباب سلسلہ کا دنیا وآخرت میں حافظ وناصر ہو۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(آمین)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ام عمارہ
ایم، اے

اس واقعہ کے کئی پہلو ہیں اور ہر پہلو اس امر کا مقتضی ہے کہ اس پر پوری طرح غور کیا جائے، مثلاً یہ واقعہ کیسے ہوا۔ اس کے ماخذ کیا ہیں۔ اس کی تفصیلات کیا ہیں۔ اس میں سے کون کونسے مسائل اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اور ہماری زندگی سے اس کا کیا تعلق ہے۔

۱۔ یہ واقعہ کیسے پیش آیا۔ اس سلسلے میں دو امکانات ہیں اور شاید اسی لئے دو قسم کی آراء کا اظہار کیا گیا ہے۔ اوّل یہ کہ واقعہ خواب کا ہے۔ دوئم یہ کہ بیداری کی حالت میں پیش آیا۔ ان دونوں میں کونسی رائے زیادہ وزنی ہے یا قولِ فیصل ہے یہ معلوم کرنے کے لئے اس واقعہ کے اصل اور بنیادی ماخذ یعنی قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کرنا ہی موزوں ہے۔

قرآنِ پاک میں اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوئے، ربِّ کریم نے جو اسلوب اور جو الفاظ بیان فرمائے ہیں ان سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے ارشاد ہے:۔

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بٰرکنا حولہ، لنریہ من اٰیاتنا۔

یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک سیر کرائی جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔

ظاہر ہے کہ یہ اسلوب بیان کسی خواب کے واقعہ کے لئے اختیار نہیں کیا جاسکتا مثلاً بیان کی ابتداء لفظ سبحان سے ہوئی یہ لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان کام کے لئے استعمال ہوتا۔ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں تعجب کی کوئی بات تھی نہ کوئی مہتم بالشان امر تھا۔ کیونکہ خواب میں تو ہر انسان عجیب عجیب اُمور کا مشاہدہ کرتا ہے اور کسی کو تعجب نہیں ہوتا

پھر رات کے وقت لے جانے کے لئے لفظ عبد استعمال ہوا ہے اور عبد صرف روح ہوائی کے لئے نہیں بلکہ جسم مع الروح کا نام ہے۔

کتاب اللہ کے بعد حدیث رسولؐ کا مقام ہے۔ علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اسرآ کی احادیث متواتر ہیں۔ ان احادیث کے راویوں میں پچیس صحابہؓ کے نام آتے ہیں جن میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو ذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کے نام سرفہرست ہیں۔ اس بنا پر علامہ ابن کثیر نے تو یہاں تک فرما دیا کہ:

فحدیث الاسراء جمع علیہ المسلمون واعرض عنہ الزنادقہ و الملحدون (ابن کثیر)

"یعنی واقعہ اسراء کی احادیث کے متعلق تمام مسلمانوں کا اجماع ہے صرف زندیق اور ملحد لوگوں نے اس کو تسلیم نہیں کیا"

اس واقعہ کو جانچنے کا تیسرا ذریعہ تاریخ ہے۔

حافظ ابونعیم اصفہانی نے اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ہرقل روم کے پاس جب حضور اکرمؐ کا نامۂ مبارک پہنچا تو اس نے عرب کے اس تجارتی قافلہ کے لوگوں کو طلب کیا جو ابوسفیان کی قیادت میں شام آیا ہوا تھا۔ ابوسفیان نے ڈرتے ڈرتے ہرقل کو بتایا کہ یہ مدعی نبوت کہتا ہے کہ میں راتوں رات مکہ سے بیت المقدس جا کر واپس آ گیا۔ اتفاق سے بیت المقدس کا سب سے بڑا عالم اس وقت ہرقل کے پاس کھڑا تھا اس نے اس واقعہ کی تصدیق کی کہ میں اس رات ایک دروازہ بند نہ کر سکا میرے سارے عملہ نے انتہائی کوشش کی مگر اس کے کواڑ تو پہاڑ معلوم ہوتے تھے۔ نجاروں کو بلایا انہوں نے کہا دروازے پر عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے صبح کوئی تدبیر کریں گے صبح جب میں آیا تو دیکھا کہ دروازے کے پاس ایک پتھر میں سوراخ ہوا ہوا ہے جیسے کسی نے یہاں کوئی جانور باندھا ہے پھر اس نے بیان کیا کہ اس رات یہاں رات کو کوئی نبی آیا اور اس نے یہاں نماز بھی پڑھی (ابن کثیر)

پھر کفار مکہ نے جب حضور اکرمؐ سے بیت المقدس کی تفصیل دریافت کی تو آپؐ نے اس کے ستون بھی گن گن کر بتائے۔

پھر کفار مکہ نے ابوبکر صدیق کو طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ تمہارا صاحب تو یہ کہہ رہا ہے

انہوں نے جواب دیا کہ اگر انہوں نے یہ کہا ہے تو بالکل سچ ہے۔ ظاہر ہے کہ کفار مکہ اسے بیداری کا واقعہ سمجھتے تھے جبھی تو تعجب کرنے لگے۔

ان حقائق کے علاوہ اگر خالص عقلی اعتبار سے دیکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ یقیناً عالم بیداری کا ہے۔ اگر یہ خواب کا معاملہ ہوتا تو کفار نہ اتنا ہنگامہ برپا کرتے نہ تعجب کا اظہار کرتے نہ صدیق اکبرؓ کو یہ طعنہ دیتے کہ تمہارا صاحب تو آج یہ کہہ رہا ہے

واقعہ کی تفصیلات: اس واقعہ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ حضور اکرمؐ کا سفر مسجد حرام یعنی کعبہ سے بیت المقدس تک اسے اصطلاح میں اسراء کہتے ہیں دوسرا حصہ بیت المقدس سے عالم بالا کے مشاہدہ تک اسے معراج کہتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ اس سفر کی تفصیل کہاں سے معلوم ہو۔ ظاہر ہے کہ یا تو وہ بتائے جو لے گیا یا جانے والا خود بتائے۔ غور سے دیکھا جائے تو دونوں نے اشارہ و کنایہ کے پردے میں اور کہیں واشگاف الفاظ میں بتا دیا۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل اور سورۃ النجم میں واقعہ کے متعلق اشارات ہی نہیں بیان فرمائے بلکہ اصل مقصد بھی واضح فرما دیا اور جہاں تک جانے والے کا تعلق ہے اس نے جو تفصیل بتائی اسراء کی احادیث میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے بتایا کہ کعبہ سے جبرئیلؑ ایک براق پر سوار کر کے بیت المقدس تک لے گئے وہاں سے معراج شروع ہوا اور ساتوں آسمانوں سے گذر کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے۔ وہاں پہنچکر جبرئیلؑ نے بقول عارف کہا کہ

اگر یک سرِ موئے برتر روم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

یہاں جنت دوزخ کا مشاہدہ کیا اور معذّب لوگوں کے عذاب کو دیکھ کر تفصیل بھی بتائی اور یہ اصول بھی بتایا کہ سزا ازجنس اعمال ہوتی ہے پھر آگے وہاں تک گئے جہاں بلانے اور جانے والے کے سوا کوئی نہیں جانتا بس اتنا بتا دیا گیا

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ اور وہاں ہوا کیا صرف دو امور کا ذکر ہے فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ اور ماکذب الفؤاد ما رأیٰ۔ اور لقد رأیٰ من آیات ربه الکبریٰ۔

"یعنی اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل کی ہو گی۔ اور قلب نے کوئی غلطی نہیں کی دیکھی ہوئی چیز میں اور اس نے اپنے رب کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔"

اس سفر میں مختلف انبیاء سے مختلف مقامات پر ملاقات۔ حضرت موسیٰؑ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ انبیاء سے گفتگو ہوئی اور واپسی پر بیت المقدس میں تمام انبیاء کو جمع کیا گیا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کے فرائض انجام دئے اور تمام انبیاءؑ نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی اور وہاں یہ حکم ہوا کہ

واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الهة يعبدون

"یعنی اے میرے حبیب! آپ سے پہلے میں نے جو انبیاء بھیجے اب آپ کے سامنے ہیں ان سے پوچھئے کیا اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی اور معبود عبادت کے لائق ہم نے قرار دیا ہے"

مسائل:

۱۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کی ذات کے ذریعہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

۲۔ معجزہ خرقِ عادت ہوتا ہے اس لئے اسے عقل اور امکان کے ترازو میں رکھ کر نہیں تولا جاتا۔

۳۔ نبی کے ارشاد پر ایسا یقین اور اعتماد ہونا چاہیئے جس کا اظہار صدیقِ اکبرؓ نے کیا تھا۔ عقل اور استدلال کو اس میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔

۴۔ انبیاء کی برزخی زندگی کا ثبوت ملتا ہے حضور اکرمؐ نے مختلف انبیاء کو اپنے اپنے مقام پر مصروفِ عمل دیکھا جیسا کہ اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

۵۔ بیت المقدس میں انبیاء کا حضور اکرمؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنا ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے روح مع الجسم حاضری دی کیونکہ نبی کا لفظ صرف جسم یا صرف روح کے لئے نہیں بولا جاتا لہٰذا جب یہ کہا گیا کہ انبیاء نے نماز پڑھی تو اس کا مفہوم اس کے بغیر کچھ نہیں کہ یہ فعل صرف روح کا نہیں بلکہ روح مع الجسم کا ہے۔

اس واقعہ کا ہماری ذات اور زندگی سے تعلق:۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اگر اس

واقعہ کا ہماری زندگی سے کوئی تعلق نہ ہوتا تو قرآنِ حکیم جو اللہ کی آخری کتاب ہے اور جو صرف بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے اس کا ذکر اور اس اہتمام سے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس سفر میں حضورِ اکرمؐ کو جنت دوزخ کا جو منظر دکھایا گیا اور آپ نے اس کی کچھ تفصیلات بیان فرمائیں جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ملتی ہیں ان کا دیکھنا اور بتانا دو امور کی نشاندہی کرتا ہے اول یہ کہ دنیوی زندگی ہی زندگی نہیں بلکہ زندگی کا ایک حصہ ہے اور ایسا حصہ کہ اسی زمانہ مہلت میں انسان اپنی اصل اور دائمی زندگی کے لئے سکھ یا دکھ سمیٹ سکتا ہے۔ وہاں کا سامانِ راحت یہاں سے لے جانا ہے اور وہاں کے لئے پریشانیاں یہیں سے جمع کرکے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں دوم یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن ان دیکھی حقیقتوں کے متعلق اطلاع دیتے ہیں وہ ہمارے لئے ان دیکھی ہوتی ہیں مگر حضورِ اکرمؐ کو ان کا مشاہدہ کرا دیا گیا ہے جبل ابو قبیس پر کھڑے ہو کر اہل مکہ کو

حضور اکرمؐ نے جو یہ فرمایا کہ میں پہاڑ کے اس مقام پر کھڑا ہوں جہاں سے پہاڑ کے اُس طرف بھی دیکھ رہا ہوں مگر تم ایسی جگہ کھڑے ہو جہاں سے پہاڑ سے صرف اس طرف تک تمہاری نظر دیکھ سکتی اس لئے اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑ کے اس طرف سے دشمن آرہا ہے تو کیا تم مان لوگے آپؐ کا یہ بیان صرف اُس ایک واقعہ سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ آپ نے اپنے عظیم منصب کی طرف بھی توجہ دلائی کہ تمہاری نگاہ صرف دنیوی مفاد اور لذاتِ دنیا میں ہی گم ہو کے رہ جاتی ہے مگر تمہیں اس دنیا سے آگاہ کرتا ہوں جہاں تمہیں لازماً جانا ہے اور ابدالآباد تک رہنا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ حضور اکرمؐ اس سفر سے واپسی پر پوری اُمت کے لئے ایک تحفہ لائے اور وہ ہے اللہ کا بندہ بن کر جینے کا سلیقہ۔

اس کے بعد پھر دو حصے ہیں۔ ایک حصہ یہ ہے کہ بندے کا خالق کے ساتھ تعلق کیسا ہو اور کیونکر ہو۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ بندے کا مخلوق کے ساتھ تعلق کیسا ہو کہ اس کی ذاتی اور معاشرتی زندگی امن و سکون اور

راحت سے گذرے۔

پہلے حصّے کی تفصیل حدیث معراج میں اس صورت میں ملتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بندوں کے لئے دن رات میں پچاس مرتبہ اپنے دربار میں حاضری کا شرف بخشا مگر حضرت موسیٰؑ سے حضور اکرمؐ کی بار بار ملاقات کے نتیجہ میں یہ فریضہ پچاس سے کم ہوکر پانچ تک محدود ہوگیا۔

یہ فریضۂ صلوٰۃ کیا ہے دراصل اپنے خالق کے دربار میں حاضری کا موقع اپنا دکھڑا بیان کرنے اپنی حاجات پیش کرنے اور اپنی اطاعت شعاری کا تحفہ پیش کرنے کا ایک بہترین اور حسین ترین ذریعہ ہے قربِ الٰہی کا یہ ایسا عجیب نسخہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے اعلان فرمادیا کہ "الصلواۃ معراج المومنین" گویا اعلان فرمایا کہ مجھے قربِ الٰہی اور ملاقات اور گفتگو کا شرف حاصل ہؤا اُمت اس سے محروم نہ رہے اور اپنی لباط بھر اس سے حصّہ حاصل کرکے چنانچہ التحیات میں وہ مکالمہ دہرا کر اس کی یاد کی جاتی ہے اور ہر روز پانچ مرتبہ یہ یاد تازہ ہوتی ہے مکالمہ کی تفصیل یہ ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحفہ پیش کیا التحیات للہ والصلوٰت والطیبات اللہ کریم نے فرمایا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، نبی کریمؐ نے عرض کیا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ فرشتوں نے کہا۔ اشھدان لا الٰہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہ و رسولہٗ،

اس مکالمہ کی برکات میں شریک ہونے کے لئے اہلِ ایمان یا یوں کہیئے کہ قربِ الٰہی کے متلاشیوں کو سکھایا گیا کہ تم یہ کہو۔

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید الخ

اور اس ملاقات کے خاتمے پر اپنی احتیاج اور اللہ کی عطا پر نظر رکھتے ہوئے یہ درخواست کرتے جاؤ۔

رب اجعلنی مقیم الصلواۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعا ربنا اغفر لی ولوالدی و للمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

اس سے یہ معلوم ہؤا کہ دربارِ الٰہی میں پانچ وقت کی حاضری اس امر کی دلیل ہے کہ بندے اپنے خالق سے واقعی تعلق اور ربط ہے۔ اور اس سے پہلو تہی اس بات کی علامت ہے

کہ بندے نے رب سے بائیکاٹ کر رکھی ہے اور
وہ کھلا ہوا باغی ہے۔

یوں تو اقامتِ صلوٰۃ ہی میں انفرادی
اور اجتماعی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے
تمام بنیادی اور رہنما اصول ملتے ہیں۔ مگر سورۃ
بنی اسرائیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ سورۃ جس کی ابتداء ہی واقعہ معراج
کے بیان سے ہوئی ہیں اس میں نہایت اہم
معاشی، معاشرتی اور تمدنی مسائل میں
رہنمائی کے لئے مسائل بیان کئے گئے ہیں
مثلاً:۔

۱۔ وقضٰی ربک ان لا تعبدوا الخ میں
سب سے پہلی ہدایت یہ ہے کہ
والدین سے حسنِ سلوک کرو۔
۲۔ پھر رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھو
۳۔ رشتہ داروں کے دائرے سے نکل کر
عام انسانوں کے حقوق کا خیال رکھو۔
۴۔ معیشت کو بہتر بنانے کا اصول یہ ہے
کہ اقتصاد یا میانہ روی اختیار کرو۔ نہ
فضول خرچی کرو نہ کنجوس بنو۔
۵۔ اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے
اولاد کے قتل کے مرتکب نہ بنو۔
کیونکہ مخلوق کو رزق پہنچانا خالق نے
اپنے ذمے لے رکھا ہے۔
۶۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔
۷۔ یتیم کے مال کی حفاظت کرو۔
۸۔ عہد کی پابندی کرو۔
۹۔ ناپ تول میں خیانت نہ کرو۔
۱۰۔ جس بات یا کام میں تمہارا دخل نہیں
اس کے پیچھے نہ پڑو۔
۱۱۔ متکبرانہ روش اختیار نہ کرو۔

ان امور پر ایک دفعہ پھر غور کیجئے
کیا زندگی کا کوئی پہلو تشنہ رہ گیا ہے۔ لہٰذا
معراج کا واقعہ سنکر کہہ دو سے

زندگی آپ کی عنایت ہے
ورنہ ہم لوگ مرگئے ہوتے

اللہ یہ کہنے کے بعد اپنی عملی زندگی کا
جائزہ لو۔ اپنے ماضی میں جھانکو کیا سینے
پر ہاتھ رکھ کے یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جو عہد
کیا تھا۔ کہ محسنِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
سے بے وفائی نہیں کریں گے کیا آپ
اس عہد پر پورے اُترتے ہیں۔ اگر نہیں
تو اللہ سے معافی مانگئے اور تلافی مافات
میں لگ جائیے اور اس کا آسان طریقہ یہ
ہے کہ ہر کام اور ہر بات کرنے سے پہلے

یادِ شیخ

صوفی محمد اسلم

ہم رہے جیتے مگر جینا ہمارا نہ رہا ؎ بات کرنے کی گئی ضبط کا یارا نہ رہا
لذتِ وصلِ شیخ بھی گئی دل کا سہارا نہ رہا ؎ وائے افسوس اک پیار تھا جس سے وہ پیارا نہ رہا

یہ تسلیم ہے کہ مورخہ ۱۸/۱۲/۸۴ ہفتہ کی شام تقریباً چھ بجکر چالیس منٹ پر دنیائے معرفت اور وجدان تک کو اتباعِ شریعت و حقیقت میں دل گداز خود سپردگی عطا کرنے والا آفتاب غروب ہوگیا۔ راہِ سلوک کے تشنہ و بے آسرا اور بے خانماں مسافروں کو راہِ حق سے ہمکنار کرنے والا ہادی و رہنما عالمِ جاوداں کی طرف رحلت کرگیا۔ فرسودہ اور خستہ زندگی کو ابدی لذتوں سے سرشار کرنے والا شیخ کامل عالمِ بقا کی طرف کوچ کرگیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

موت سے مفر نہیں۔ ہر ذی نفس کو جلدی یا بہ دیر موت کا استقبال کرنا ہے مگر وہ پیارے اور قابلِ پرستش وجود موت نے چھین لئے جن کو زمانہ فراموش نہ کرسکا۔ ان ہی اعلیٰ و ارفع ہستیوں میں اگر میں اپنے شیخِ مکرم کا شمار کروں تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔

یہ زمانہ ضرور اس سانحہ کو فراموش کردے گا مگر یہ احقر ان کی لذتِ وصل کو لحد تک نہ بھولے گا دل و جان سے عزیز روحانی باپ کی لذتِ دید کے لئے میری آنکھیں سدا بیقرار رہیں گی میرے کان اس میٹھی اور لذتوں بھری آواز کو سننے کے لئے سدا ترستے رہیں گے جناب استاذِ مکرم کی جلوہ تابانیاں اور لذت افشانیاں دم آخر تک یاد رہیں گی، کیونکہ اس روسیاہ کو مژدۂ حیات تو مورخہ ۷ ۸/۷۹ کو جناب کے درِ فیض سے ہی ملا تھا۔

یہ ہفتہ کا دن تھا۔ ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ تھی جبکہ بعد از نمازِ ظہر شیخ المکرم نے تنہائی میں شرفِ باریابی عطا فرما کر اس روسیاہ کو مستفیض فرما دیا تھا۔ شیخ مکرم کی وہ تابندہ و درخشندہ نگہ لطف و کرم جس نے میرے شیطانی خرمنِ ہستی کو پھونک دیا تھا اور پھر اس وجود میں صدقِ یقین، عزمِ کامل اور اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دئے جلائے تھے وہ نگہِ لطف و کرم مجھے اس طرح محسوس ہو رہی ہے جیسے ابھی کل کی بات ہو۔ کاش کہ یہ یادگار ملاقات مورخہ سات اگست سے کئی سال پہلے ہو جاتی۔ اور کاش کہ جناب استاذِ مکرم کی معرکتہ الاراء تصنیف دلائل السلوک مجھے پہلے پڑھنی نصیب ہو جاتی جس کے ایک ایک لفظ سے راحت و سرور کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ دورِ حاضرہ میں سکون کے متلاشیان کے واسطے اس میں نویدِ خاطر ہے۔ اہل فکر کے واسطے اس میں گہرائیاں ہیں تو اہلِ ذکر کے واسطے اس میں روح کی سچائیاں مضمر ہیں اگر عاشقوں کے واسطے یہ بہانۂ شوق ہے تو عارفوں کے واسطے دلبستگیٔ ذوق ہے۔ کاملوں کے واسطے جادۂ حق اور نویدِ راہِ تجلیات ہے مجھ جیسے ناتواں اور روسیاہ کے لئے نشانِ راہ، روح کی غذا اور عمل کی لگن کے ساتھ حوصلہ افزائی اور یقینِ آخرت کا ایک جادۂ درخشاں ہے۔

اس روسیاہ کے دل میں اتباعِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے جگانے والے شیخِ مکرم کو میں تادمِ آخر آواز دیتا رہوں گا اور جناب کی پیاری اور جاں افروز آواز میرے پردۂ سماعت پر سدا گونجتی رہے گی۔ اس حیاتِ فانی میں منزل بہ منزل جناب کے حیات آفریں اسباق میری حوصلہ افزائی اور جادۂ نمائی کرتے رہیں گے۔

مگر آقا۔ جناب کی لذتِ وصل مجھے دمِ آخر تک مضطرب کرتی رہے گی۔ وہ سکون و قرار اور راحت و بہار جو مجھ جیسے روسیاہ بھٹکنے والوں کو آپ کی زیارت سے نصیب ہوتا اور ان باطنی کمزوریوں کا علاج جو آپ کے درِ فیض سے عطا ہوتا تھا وہ اب کہاں سے ہوگا۔

پیارے آقا! جب بھی یاد آپ کی آئے گی مجھے تڑپائے گی جب بھی آقا آپ کی مہربانیوں کا ذکر ہوگا میرے اشک چھما چھم برسیں گے اور میرا دل روئے گا اور زبان بے اختیار کہے گی کہ کاش! جناب کی وفاتِ حسرت آیات نہ ہوتی مگر مشیتِ ایزدی کو کون روک

سکا ہے اور وہ جُدائی کا داغ جو سینے پر لگا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہلوانا رہے گا۔ مجھ روسیاہ کی التجائیں اور دعائیں اپنے مربی و مشفق شیخ مکرم کے لئے سدا جاری وساری رہیں گی انشاءاللہ تعالےٰ۔

مورخہ ۲۱/۱۱/۸۳ کے جمعہ کے خطبہ کے دوران جناب شیخ مکرم نے اعلیٰ حضرت مولانا محمد اکرم صاحب کو نہ صرف اپنا خلیفہ اعظم نامزد فرمایا تھا بلکہ کاملین اور عارفین کو مستقبل کے بحرِ بیکراں میں حقائق سے شناسائی اور لذت افشائی عطا فرما دی تھی۔ واقعی ؎

ہزاروں درود اور ہزاروں سپاس
کر گوہر سپردی بہ گوہر شناس

خوگرِ شنید و کلام سننے پر ہی یقین سے ہمکنار ہوتا ہے مگر جو وفائے دوام ہے اسے تو وفا پر ہی ناز و اکرام ہے۔ کیونکہ وہ راز ہائے دروں سے آشنا ہے محرم راز کے واسطے یہ نکتہ کافی ہے۔ صاحبِ نظر کے واسطے عطائے بیش بہا ہے اور سرمایۂ بے انتہا ہے کیونکہ اسی کو جاننے والا با مدعا ہے اور حضورِ آقا ایستادہ کھڑا ہے۔ جس پر خود پختگی کا القاء ہے وہ کتنا بڑا ہے۔ جو دوسروں کے واسطے آسرا بنا ہے وہ کتنا عظیم المرتبہ ہے۔ جس کا احسان بے لوث ہے۔ اس مردِ عالی کی استقامت واستطاعت ہی خوگرِ شنید کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ اسی ہی مرد جوان بخت کے پائے ثبات سے یہ نظام رواں دواں ہے۔ اس کے وجودِ مبارک سے چار دانگ عالم منور ہے۔ جگمگا رہا ہے۔ کتنے بے مایہ اس کے سبب سے جی رہے ہیں۔ اور کتنے ناکارہ انسان اس کے پرتوِ فیض سے منور اور روشن راہوں کی سمت گامزن ہیں اور یہی روشن راہِ صراطِ مستقیم ہے اور جو بھی اس صراطِ مستقیم سے روگردانی کر رہا ہے وہ خود ہی اپنے واسطے تباہی و بربادی کا سامان بہم پہنچا رہا ہے۔

ماہنامہ المرشد کا مطالعہ ہر آدمی کے لئے بہت ضروری ہے کیونکہ اس میں دینی، علم سلوک اور تصوف و معارفت الٰہی کے مضامین شائع ہوتے ہیں۔

درد اور دوا

منیر احمد گوجرہ

چند سال قبل میری بدلی اسلام آباد ہوئی۔ چند ایک پرانے دوستوں سے ملاقات ہوئی میرے ایک دوست محمد اسحاق تھے اُن سے ملاقات تقریباً ۱۰ سال بعد ہوئی حسبِ عادت بندہ ناچیز اُس کے ساتھ گپ شپ لگانا چاہتا تھا لیکن وہ مطالعہ کے شوقین تھے اُنھوں نے دو چار باتوں کا جواب دیا تو میں نے اندازہ کر لیا کہ پڑھنا چاہتے ہیں اور میں خواہ مخواہ ان کا وقت ضائع کر رہا ہوں میں نے دل میں فیصلہ کیا کہ میں بھی کتابوں کا مطالعہ کرونگا مگر کونسی! آخیر میرے یہ دل میں آئی کہ پہلے اسلامی کتابوں کا مطالعہ کریں میں نے چند ایک کتابیں پڑھیں اس کے بعد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مشکواۃ شریف اس طرح تقریباً ۳۰-۳۵ کتابیں پڑھیں اور ساتھ ساتھ قرآن کریم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا قرآن و حدیث کے مطالعہ کے بعد میری سوچیں بدل گئیں جو چند سال قبل اندھا دھند تقلید کرنے والا میں تھا آج یہ سوچ رہا تھا کہ شاید اللہ والے کسی جنگل میں ہوں کیونکہ یہاں تو ہر کوئی دوسروں کی دولت ہتھیانے کی کوشش کر رہے کہیں پیر صاحب کی خدمت کا رنگ ہے کہیں تعویذ گنڈے کی جھلک ہے اور کہیں مجاوری کی پوسٹ ہے لیکن باطن کے اندھوں سے نہ ملنا تھا کچھ اور نہ ملا میں نے بھی ایک شخص کے ساتھ زبانی کلامی بیعت کی تھی لوگ اس کے بڑے عقیدت مند تھے لیکن شہریت سے دوری تھی میں بھی اُس کا قائل تھا مگر آہستہ آہستہ دل پیچھے ہٹ گیا اسلامی کتب کے مطالعہ سے میری عقیدت مندی بالکل سرد پڑ گئی۔ اللہ نے اپنے کرم سے مجھ جیسے نااہل کو کتابوں کے مطالعہ سے نمازی بنا دیا لیکن عقائد کی اصلاح ابھی باقی تھی خیر اسی دوران واسطہ تبلیغی جماعت والوں سے پڑا۔ گو میری پہلے اِن سے عداوت کی سی عقیدت تھی لیکن ایک دن دل میں خیال آیا کہ دو چار قدم تو اس راہ کے چل کر تو دیکھ لیں کام تو اچھا ہے لیکن اکثر لوگ عمل سے خالی۔ اخلاق سے خالی

ملنے اور بڑی مصیبت یہ تھی کہ کچھ لوگ غلط عقائد بنا کر ان کو بدنام کر رہے ہیں دل پہلے سے کچھ مطمئن ہوا کہ چلو کچھ نہ کچھ تو ہے لیکن دل کو سکون مل نہ سکا میرا دل چاہتا تھا کوئی ایسا مل جائے جو میری اصلاح کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک روحانی بیعت کرا دے اس کی تلاش میں چند پیر خانوں کو دستک دی مگر سوال گندم اور جواب چنا ملا بڑی بات یہ کہ معیار شہریت پر کوئی بھی پورا نہ اترا۔ نہ ہی ان کے ہاں کوئی ایسی راہ پائی جو کہ دربارِ نبوی سے ملتی ہو خواب میں ایک دفعہ دیکھ رہا ہوں کہ کچھ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں میں ٹرین میں بیٹھا ہوں لیکن مکمل تاویل سمجھنے سے قاصر رہا۔ بندہ ناچیز ایک دفعہ گوجرہ سے براستہ سرگودھا راولپنڈی آ رہا تھا سرگودھا سے میں لالہ موسیٰ آنے کے لئے ٹرین میں بیٹھا ابھی تک خبر ہی نہ تھی کہ میری ملاقات محمد بخش جو کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے تعلق رکھتے تھے سے ہوئی باتوں باتوں میں بزرگانِ دین کے متعلق باتیں شروع ہوئی میں ان کو تبلیغی جماعت کی کارکردگی کے متعلق بتلاتا تھا اور وہ مجھے دل کی صفائی کے متعلق دعوت دیتے تھے کافی بحث کے بعد محمد بخش صاحب نے کہا بھائی آپ مجھے اپنا ایڈریس دیں میں آپ کو اسلام آباد میں ذکر کی جگہ کا پتہ بذریعہ خط بھیج دونگا تھوڑے سے وقت کے وقت گزرنے کے بعد ان کا اسٹیشن آگیا اور وہ اتر گئے اور میرے دل میں بے قراری سی چھوڑ گئے۔ خیر اسی بے قراری میں اسلام آباد پہنچا تو چند دن خط انتظار کرنے کے بعد میں نے اپنی طرف سے ایک عدد خط محمد بخش صاحب کو لکھا دوسرے دن مجھے محمد بخش صاحب کا خط ملا انہوں نے لکھا کہ آپ بعد از نماز مغرب مسجد الفقراء آبپارہ اسلام آباد جائیں وہاں ذکر ہوگا آپ اس میں شامل ہو جائیں

مطابق میں مسجد الفقراء گیا مغرب کی نماز کے بعد چند لوگ نفل ادابین پڑھ رہے تھے نوافل کے بعد ایک بزرگ درمیان بیٹھ گئے اور باقی تمام ساتھی ارد گرد بیٹھ کر باتیں سننے لگے بزرگوں نے ذکر کے فضائل اور طریقہ بتلایا اس کے بعد ذکر کرنے سے پہلے روشنی بند کر دی اور بزرگوں نے ذکر سے پہلے چند ایک قرآنی تلاوت فرمائی اس کے بعد لطیفہ قلب پر ذکر کرانا شروع کر دیا اور تمام لوگوں نے اللہ کے بابرکت نام کی ضربات لگانا شروع کر دیں بندہ ناچیز نے بھی اپنی سمجھ کے مطابق آنکھیں بند کر کے لطیفہ قلب پر ذکر شروع کیا۔ دائیں

طرف بیٹھے ہوئے بزرگوں نے سات لطائف تک ذکر کرایا اس کے بعد روک دو کا حکم دیا تمام ساتھی نارمل سانس لینے لگے اس کے ساتھ ہی حکم ملا کہ پرانے ساتھی چلو اپنے اپنے سبق پر۔ مراقبات کرانے کے بعد دعا ہوئی اور اس کے بعد لائٹ آون کر دی میں نے بزرگ صاحب سے ہاتھ ملایا اور اپنے اپنے گھر چلے گئے بڑی چیز دیکھنے کی یہ آئی یہاں دکانداری نہیں ہے بلکہ اصل رخ تصوف پیش ہے مجھے ایک دو ساتھی آبپارہ کے مل گئے جو پہلے ہی واقف تھے جیسے جیسے وقت گزرتا رہا حضرت استاد المکرم کو دیکھنے کا شوق بھی بڑھنے لگا پہلی دفعہ حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کو جناب فضل کریم بٹ کے گھر میں دیکھا آپ بیمار تھے آپ کو بیماری کی حالت میں بھی شریعت مطاہرہ کا پابند پایا ادھر محمد بخش سے برابر خط وکتابت جاری رہی ان کو اللہ جزائے خیر دے مجھے کبھی منارہ کے سالانہ اجتماع کی تاریخ بھیج رہے ہیں اور کبھی حضرت کے پروگرام سے آگاہ کر رہے ہیں شاید اللہ کو مجھ بے نوا پر زیادہ ہی ترس آگیا ہو کہ ان کو مجھے سلسلہ کے ساتھ جوڑنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ خیر اسے کے بھید وہی جانے ۲۲ نومبر ۱۹۸۳ء کو حضرت استاد المکرم اسلام آباد آئے حسب پروگرام ذکر کرایا باطنی

شہروں کو روحانی فیض سے دوبار روانگی بخشی بندہ ناچیز بھی روزانہ شام کے پروگرام میں شمولیت کرتا رہا ۲۵ نومبر کو حضرت استاد المکرم کے ہاتھ پر ظاہری بیعت ہوئی وقت گزرتا رہا مراقبات ہوتے رہے اللہ نے اپنا مزید فضل وکرم کیا کہ اسی رمضان المبارک کے اعتکاف ۲۱ - ۲۹ نصیب ہوئی جس میں جناب افتخار صاحب نے مراقبات مسجد نبویؐ تک کرا دیئے اور سالانہ اجتماع کے موقعہ پر جناب حضرت مولانا اکرم جو کہ حضرت استاد المکرم کی وفات کے ان کے روحانی جانشین ہیں انہوں نے ۱۳ اگست ۱۹۸۴ء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ روحانی بیعت کروا دی گویا کہ مجھ ناچیز کو فنا فی الرسول کرا دی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ اور اللہ حضرت جی رحمتہ اللہ علیہ کے درجات مزید بلند فرمائے آمین

بقیہ معراج النبیؐ ۴

یہ سوچ لیجئے کہ یہ کام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے یا ناپسند ہے اگر پسند ہے تو بسم اللہ کیجئے اور اگر ناپسند ہے تو رک جائیے۔

ـــــــ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامو!

ایم امین
ایم اے

آج کی گفتگو کا عنوان اشارات، کنایات تشبیہات اور تمثیل کی زبان میں بیان ہوا ہے۔ ربّ العالمین جب اپنے بندوں سے مخاطب ہے تو ظاہر ہے کہ اسلوب بیان وہی موزوں ہے جو بندوں میں مروج ہے اور بندوں کا حال یہ ہے کہ وہ اس اسلوب کے متعلق یہاں تک کہتے ہیں کہ ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

مگر اس اسلوب بیان میں حقیقت کو تلاش کرنے کے لئے آپ چشم تصوّر کے سامنے وہ منظر لائیں کہ ایک نہایت گہرے اور اندھے کوئیں میں لوگ پھنسے ہوئے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اپنی کوشش تدبیر یا طاقت سے وہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں دفعتہً غیب سے ایک آواز آتی ہے کہ اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور آواز کے ساتھ ایک نہایت مضبوط رسّی کوئیں کی تہ تک پہنچتی ہے۔ اس کا دوسرا سرا ایک ایسے قوی شخص کے ہاتھ میں ہے جو بیک جنبش اسے باہر کھینچ کر لا سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آواز دینے والا اور رسّی لٹکانے والا دونوں انتہائی درجے کے خیر خواہ ہیں جو مصیبت میں گھری ہوئی اس مخلوق کو باہر لانے کا بندوبست کر رہے ہیں اور مصیبت زدہ لوگوں سے مطالبہ صرف اتنا ہے کہ اس رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اسے چھوڑنا نہیں۔ اگر گرفت ڈھیلی ہوئی تو قصور تمہارا ہوگا۔ اور اگر راستے میں کہیں غفلت سے یا شوخی سے گرفت ڈھیلی کر دی تو دھڑام سے نیچے گرو گے پھر کوئی نکالنے والا نہیں ملے گا۔

آئیے اب اس منظر کو حقیقت کی نگاہ سے دیکھئے۔ اللہ کی رسی ربّ العالمین کا پسندیدہ دین اسلام ہے جس کے متعلق ہے اس کا اعلان ہے انّ الدین عند اللہ الاسلام اور اس رسّی کو بندوں تک پہنچانے والا، رحمۃ للعالمین ہے اور خیر خواہی کا عالم یہ ہے کہ بندوں سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ رسّی کو

مضبوطی سے پکڑ لو۔ اس گمراہی کے اندھے کنوئیں
سے باہر لانا اس کا کام ہے جسے میں نے رحمۃ للعالمین
بنا کے بھیجا ہے۔ عقل کا تقاضا بھی ہے کہ
بندے اگر اپنی ذات کے دشمن نہ ہوں تو اتنا
سا کام کرنے میں مطلق سستی نہ کریں۔ مگر
افسوس کہ بندوں کا حال یہ ہے کہ کہتے ہیں

؎ قرآن بھی پڑھ لیں گے ذرا پاس تو ہو لیں
والناس بھی پڑھ لیں گے ذرا ناس تو ہو لیں

ہاں تو اس رسی کو پکڑنے اور پکڑے رکھنے کا
بھی سلیقہ ہے۔ اس کی اصل صورت تو یہ ہے
کہ رسی کو اپنے حال پر رہتے دو تم اس پوری
رسی کو تھامو اور اس کا ایک بھونڈا طریقہ یہ ہے
کہ رسی کے بل کھول لو اسے تار تار کر دو اور جس
کے ہاتھ میں جو تار آئے وہ اس سے لٹکنے
لگے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ اس کے سوا
کیا ہے کہ کوئی بھی باہر نہ نکل سکے گا اور
رسی کا حلیہ بگڑ کر رہ جائے گا بلکہ اس کا وجود
بھی باقی نہیں رہے گا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ نرا دعویٰ ہی
ہے یا اس کا کوئی ثبوت بھی یہ آواز معلوم
ہے تاریخ میں پہلی دفعہ تو نہیں آج سے چودہ
صدیاں پہلے فضا میں گونجی تھی تو کیا اس وقت
جو لوگ مخاطب تھے انہوں نے رسی کو پکڑا؟
اور اگر پکڑا تو کیا وہ گمراہی کے گھپ اندھیرے
کنوئیں سے باہر نکال لئے گئے۔ تاریخ نے
ان دونوں سوالوں کا جواب دینے میں بخل
سے ہرگز کام نہیں لیا۔ بلکہ اتنی تفصیل دی
کہ اسے پڑھنے والا ہر قاری انگشت بدندان رہ جاتا
ہے۔ کہاں شقاوت اور سنگدلی کا یہ حال کہ باپ
اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر رہا ہے اس کی معصوم
چیخیں اس کے دل پر ذرا اثر نہیں کرتیں اور کہاں
وہ ایثار کہ جاں بلب زخمی کے ہونٹوں کے
پاس جب پانی کا پیالہ پہنچتا ہے تو پاس سے
دوسرے زخمی کی آواز آتی ہے العطش تو
پہلا شخص کہتا ہے کہ جاؤ پہلے اس پاس والے
زخمی کو پانی پلاؤ۔ جب اس کے پاس پانی
پہنچا تو وہ تیسرے کے پاس بھیج دیتا ہے
آدمی وہاں پہنچتا ہے تو اس کی روح پرواز
کر چکی ہوتی ہے مڑ کے دوسرے کے پاس آتا ہے
تو وہ بھی اللہ کو پیارا ہو چکا ہوتا ہے **پہلے کے پاس**
آتا ہے تو وہ بھی جان۔ جان آفریں کے سپرد
کر چکا ہوتا ہے۔ اتنا بڑا انقلاب اور صرف
چودہ پندرہ برسوں میں۔ اور اس تفصیل کا خلاصہ
اپنوں سے پوچھتے ہو تو آؤ چند لفظوں میں سن لو۔

درفشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

(باقی صہ ۴۶ پر)

(بقیہ ص۲ سے آگے) خود دتھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے ؎ کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا!
تاریخ کا یہ دستاویزی ثبوت ناقابلِ انکار سہی مگر آج رسّی کی خاصیت کیوں بدل گئی ہے۔ نہیں رسی وہی اس کی خاصیت وہی ہاں اسے تھامنے والے ہاتھ یا تو شل ہو گئے یا انہیں رعشہ ہو گیا۔ آج تو بندوں نے سب سے پہلے ظلم یہ کیا کہ رسی کو تار تار کر دیا اور اپنی پسند کا کوئی تار لے کر بیٹھ گئے۔ کیا آپکو وہ نعرہ یاد ہے۔ جمہوریت ہماری سیاست ہے سوشلزم ہماری معیشت ہے اور اسلام ہمارا مذہب ہے کیا اس رسی کے ساتھ اس سے بڑا ظلم اور بھی کوئی ہو سکتا ہے دوسرا ظلم یہ کیا کہ اس رسی کے ہر تار کو آؤٹ آف ڈیٹ قرار دیا جانے لگا اور یہ تار کے خلاف احتجاجی جلوس نکلنے لگے۔ کیا آپکو خواتین کا وہ جلوس یاد ہے جو کراچی میں قرآن کے خلاف نکالا گیا تھا۔ ثابت ہوا کہ قوم اس رسی کو پکڑنے پر آمادہ نہیں۔ ہاں رسی کو پکڑنے میں ایکٹنگ کرنے میں قوم باہر ہو چکی ہے، سینما اور ٹی وی کی برکات کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے مگر یہاں تو حقائق درکار نہیں ایکٹنگ سے

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں ؎ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

وفات

سلسلۂ عالیہ کے ایک پرانے ساتھی چوہدری فیروز الدین صاحب (والد کرنل علی احمد) ۸ فروری ۱۹۸۵ء کو دارِ فنا سے دارالبقا کی طرف رحلت فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔
جنازہ ۹ فروری کو حضرت مولانا محمد اکرم صاحب دامت برکاتہم نے لاہور میں پڑھایا۔
مرحوم ۱۹۷۴ء سے سلسلہ عالیہ سے منسلک تھے اور جب تک صحت نے اجازت دی منارہ کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوتے رہے۔ کئی سال تک علیل رہے تجدید بیعت بھی بسترِ علالت پر ہوئی۔ عجب نظارہ تھا ان کا دنیا سے رخصت ہونے کا نیم بے ہوشی کے عالم میں اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھے ذکر کراؤ۔ پھر کہا مجھے استادوں والا ذکر کراؤ۔ زبان سے آخری لفظ جو سنا گیا وہ تھا "شکر"
اللہ تعالےٰ مرحوم کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین

(ادارہ المرشد)

ماہنامہ طیّب دیوبند

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور کلیم الاسلام مولانا قاری محمد طیّب صاحبؒ
کی مشترکہ علمی یادگار

مدیر اعلیٰ
مولانا سید ازہر شاہ قیصر

مدیر مسئول
سید نسیم اختر شاہ قیصر

- دیوبند کی علمی دینی ثقافتی اور تحریری روایات علمبردار
- مسلمانوں کی موجودہ نسل کے لئے ایک نئی دعوتِ فکر
- ایک مقصدی رسالہ جسے صحیح الفکر علماء اور مفکرین کی ایک جماعت مرتب کر رہی ہے

ماہنامہ طیّب کے مطالعہ سے اپنی پوری زندگی میں فکر ونظر کی توانائی اور عرصۂ زندگی میں سعی وجہد کا ایک نیا خزانہ آپ پا سکتے ہیں۔

- پاکستان کے شائقین حضرات کے لئے سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے

حضرت مولانا عطاء المحسن بخاری مدرسہ معمورہ دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان کے نام روانہ کرکے رسید ہمیں بھیج دیں۔ رسالہ جاری کردیا جائے گا

پتہ: منیجر ماہنامہ طیّب دیوبند ضلع سہارنپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹

رجب المرجب ۱۴۰۵ھ ماہ اپریل ۱۹۸۵ء

ماہنامہ
المرشد
بیادگار حضرت العلام مولانا
اللہ یار خان نور اللہ مرقدہ
★
زیر سرپرستی
حضرت مولانا
محمد اکرم صاحب مدظلہ
اصلاح احوال و باطنی اصلاح

شرح چندہ

فی پرچہ: ۴/-
سالانہ چندہ: ۴۵/-
مشرق وسطیٰ: ۱۲۰/-
یورپ: ۱۴۰/-
امریکہ کینیڈا: ۱۶۰/-
لیبیا: ۱۵۰/-

فہرست مطبوعات ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

دلائل السلوک خاص ایڈیشن ۶۰/-	مسئلہ ایمان بالقرآن ۲/-	خدایا ایں کرم بار دگر کن ۱۰/-
دلائل السلوک اردو ۲۵/-	بنات رسولؐ ۲/-	بزم انجم ۲۰/-
دلائل السلوک انگلش ۶۰/-	داماد علیؓ ۲/-	علم و عرفان ۳/۵۰
حیات برزخیہ ۲۵/-	تفسیر آیات اربعہ ۵/-	فوز عظیم ۲/۵۰
حیات انبیاء اول ۱۵/-	حضرت امیر معاویہؓ ۱۰/-	فضائل توبہ و استغفار ۲۵/-
حیات انبیاء مذاہب اربعہ ۱۰/-	دربار حبیبؐ میں چند روز ۵/-	پاکیزہ معاشرہ ۱۰/-
الدین الخالص ۲۵/-	اسرار التنزیل اول تا چہارم فی ۱۰/-	حج کی دعائیں تین حصص ۵/-
ایمان بالقرآن ۲۰/-	درس قرآن ۵/- راہی کرب و بلا ۱/۵۰	امداد السلوک ۲۰/-
تحذیر المسلمین ۲۵/-	ارشاد السالکین ۵/-	ضیاء القلوب ۱۵/-
الجمال والکمال ۵/-	انوار التنزیل ۵/-	فیوض الحرمین ۱۲/۵۰
سیف اویسیہ ۱۰/-	لغزشیں ۱۰/	اللہ کی باتیں ۳۶/-
کمالات و عقائد علمائے دیوبند ۵/-	دین و دانش ۱۰/-	احادیث قدسیہ مترجم ۲۰/-
اسرار الحرمین ۵/-	کس نے آئے تھے ۵/-	الکمال الشیم ۳۴/-
تعارف ۳/-	ذکر اللہ عربی ۳/-	الفتح الربانی ۴۵/-
تحقیق حلال و حرام ۴/-	مغالطے ۵/-	تعلیم الدین ۱۰/-
حرمت ماتم ۴/-	تصوف و تعمیر سیرت ۱۰/-	فتوح الغیب ۱۵/-
ایجاد مذہب شیعہ ۴/-	کونوا عباد اللہ ۳/-	ایک نصیحت آموز خط ۳/-
شکست اعدائے حسین ۳/-	اطمینان قلب ۱۵/-	حیات المسلمین ۱۵/-

ملنے کا پتہ

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ و ماہنامہ "المرشد" دار العرفان منارہ ضلع جہلم

سول ایجنٹ:۔ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ۔ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے
آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔
اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔
9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔
آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255